انسانیت کا جوہر

عام طور پر انسان کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ دو پاؤں، دو ہاتھ، دو آنکھیں، بتیس دانت، دو کان، ایک زبان اور قد سیدھا ہونے کا نام انسان ہے حالانکہ یہ چیز حقیقتاً انسان نہیں ہے البتہ انسان کا ڈھانچہ اور لفافہ ضرور ہے جس طرح کہ خط لفافہ کو کہا جاتا ہے حالانکہ لفافہ خط نہیں ہوتا بلکہ لفافہ کے اندر خط ملفوف ہوتا ہے اگر لفافہ کے اندر خط نہ ہو تو لفافہ بیکار اور فضول ہے۔ اسی طرح اگر اس لفافہ کے اندر انسانیت پائی جائے تو پھر یہ لفافہ قابلِ قدر ہے اور اگر اندر انسانیت کا جوہر نہیں ہے تو پھر یہ لفافہ ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے اور وہ شکلِ انسانی جس میں انسانیت کا جوہر نہ ہو اُس کی ردّی کی ٹوکری دوزخ ہے۔

(ملفوظات طیبات ص۱۰)

احادیثِ رسول

محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعُوْدُ بَعْضَ اَھْلِہٖ یَمْسَحُ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاسَ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بعض گھروالوں کی عیادت کرتے تو بیمار پہ داہنے ہاتھ کو پھیرتے اور یہ کلمات کہتے اَللّٰھُمَّ الخ (جن کا ترجمہ ہے) اے اللہ! اے لوگوں کے پروردگار! بیماری کو دُور کر اور شفا عطا کر، تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ مگر تیری شفا، ایسی شفا جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

مریض کی عیادت بھی اسلامی معاشرت کا حصہ ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں مسلمان کے مسلمان کے حقوق کے ذکر میں "عیادت مریض" کا ذکر موجود ہے۔ امام مسلم نے ایک طویل روایت نقل کی جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ابن آدم سے کہے گا کہ میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی، بعض اور چیزوں کا بھی ذکر ہے اور پھر بندہ کے سوال پر کہ اے اللہ! تو اور بیماری؟ تو ارشاد ہوگا کہ میرا بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہ کی گویا میری عیادت نہ کی۔

امام ترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ صبح یا شام جب مسلمان دوسرے کی عیادت کرتا ہے تو سارا دن یا ساری رات ستّر ہزار فرشتے عیادت کرنے والے کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔

مریض کے پاس جا کر اس پہ شفقت سے ہاتھ پھیرنا اور متعلقہ دعا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔ جس سے مریض کو تسلی و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نیز مریض سے اس کی صحت کا پوچھنا بھی سنت ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے۔

مریض کو اچھے الفاظ میں جواب دینا چاہیئے اور تسلّی دلانی چاہیے۔ مایوسی کے الفاظ کی حدیث میں مخالفت آئی ہے۔ اس کے ساتھ اس بات کا لحاظ رکھے کہ مریض کے پاس کم سے کم وقت بیٹھے تاکہ اس پر بار نہ ہو۔

ان آداب و سنن کا لحاظ از بس ضروری ہے۔ آج کی معاشرتی کیفیت کہ پڑوسی کو پڑوسی کی فکر نہیں۔ بہت شرمناک اور مسلمانوں کے لیے باعث ننگ ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔

جلد ۲۵ ٭ شمارہ ۳۰
۱۶ رجمادی الاول ۱۴۰۰ھ ٭ ۴ر اپریل ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ
مدیر منتظم :۔ میاں محمد اجمل قادری
مدیر :۔ محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل	سالانہ ۔/۶۰ روپے ، ششماہی ۔/۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی ۔/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

سرزمینِ دیوبند سے!

قدسیوں کی سرزمین دیوبند کا صد سالہ جشن یہاں ۲۱ ۔ ۲۲ ۔ ۲۳ مارچ کو ختم ہو گیا ۔ اجلاس صد سالہ کی افتتاحی تقاریب جمعہ کی نماز سے شروع ہوئیں ۔ طویل و عریض پنڈال میں جمعہ کی نماز حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدھم نے پڑھائی ۔ جلسہ گاہ کے علاوہ ان گنت کیمپ تمام راستے اور ارد گرد کا سارا علاقہ انسانوں سے بھرا ہوا تھا ۔ مبصرین ، اخباری نمائندوں اور دنیا بھر کی پریس ایجنسی کے نمائندوں نے لاکھوں کی تعداد بتلائی ہے ۔ ان لاکھوں شرکاء میں ہزاروں علماء و صلحاء اور اہل اللہ موجود تھے ۔ ہندوستان ، پاکستان ، بنگلہ دیش ، عرب و افریقی اور یورپین ممالک کے چپہ چپہ سے دنیا پہنچی ہوئی تھی ۔ حکیم الاسلام مہتمم صاحب دارالعلوم کا خطبہ جمعہ اور نماز کی جو کیفیت تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی ۔

ان سطور کا راقم دیارِ غیر میں رہ کر اپنے محترم قارئین سے مخاطب ہو رہا ہے اور وہ اس عظیم جشن کے سلسلہ میں مفصل رپورٹ اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے حالات و کوائف اس کے اکابر اور اس کی خدمات پر مشتمل ایک تفصیلی نمبر پیش کرنے کا عزم کر چکا ہے ۔

آج جب یہ سطور دیارِ غیر میں لکھ رہا ہوں تو میرے جذبات کی کیفیت کچھ اور ہی ہے ۔ جذبات پر کنٹرول نہیں ۔ قلم میں ان حالات و تاثرات کو لکھنے کا یارا نہیں ۔ دارالعلوم کی وسیع و عریض عمارت سامنے ہے ، وہ عمارت جس کے احاطہ کی حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے خود حد بندی فرمائی ۔ وہ دارالعلوم جس کی بنیاد ''محمودین'' کے ذریعہ وقت کے اکابر مشائخ نے ایک درخت کے نیچے رکھی ، وہ دارالعلوم جس کے قیام سے

پبلشر : مولانا عبید اللہ انور ، پرنٹر : الٰہی بخش ، مطبع کاسمو پرنٹرز ۲۸۰/ڈی موری گیٹ لاہور ۔

مدتوں پہلے حضرت الامام مجدد الف ثانی قدس سرہ اور حضرت الامام السید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں سے علم نبوت کی بُو سونگھی۔ وہ دارالعلوم جس کے اکابر و اسلاف نے دین اسلام کے ہر شعبہ میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں، جنہوں نے آزادی وطن کی خاطر بے پناہ مصائب برداشت کئے۔

دارالعلوم کے قریب ہی مقبرہ قاسمی میری نگاہوں کا مرکز ہے جس میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، مفتی اعظم مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، شیخ الاسلام مولانا مدنی، حضرت العلام مولانا حبیب الرحمان عثمانی (مہتمم خاص) حضرت مولانا عبدالحق مراد آبادی مدنی حضرت مولانا سید حمید الدین (خسر محترم حضرت مولانا سید محمد اسعد) شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت امام المعقول والمنقول مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا سید مبارک علی صاحب اور مورخ دیوبند حضرت مولانا سید محبوب رضوی کے مزارات ہیں۔ وہ مزارات جو اتباع سنت کی سچی تصویر ہیں۔ اُدھر شہر کی عیدگاہ کے قریب ایک احاطہ میں امام العصر محدث کبیر علامہ انور شاہ قدس سرہ کا مزار ہے اور مقبرہ قاسمی سے متصل ایک چبوترہ پر مہتمم اوّل حضرت حاجی عابد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار ہے۔ یہ تمام اکابر ہماری متاع عزیز تھے ان کی خدمات اور قربانیاں ہماری تاریخ کا روشن حصہ ہیں۔ ایک ایک یاد آتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ آج ان اکابر کی رُوحیں مطمئن و مسرور ہوں گی۔

اپنے تاثرات و احساسات کو مستقل اشاعت کے لیے چھوڑتے ہوئے دیارِ غیر میں دعاگو ہوں کہ اللہ رب العزت اس دلستانِ علمی کو قائم دائم رکھے۔ اکابر کا لگایا ہوا پودا جو شجرہ طیبہ بن چکا ہے اس کی بہاریں قائم رہیں اس کا فیضان خوب پھیلے۔ اس کی انتظامیہ، اس کے اساتذہ طلباء، تمام معاونین و مخلصین کو اللہ تعالیٰ دولت خلوص سے سرفراز فرمائے۔

بالخصوص

پاکستان میں مادر علمی کے فرزندوں کو آپس میں شیر و شکر بنا کر رکھے ان کے اندر اپنے اکابر و اسلاف کا جذبہ خلوص بیش از بیش پیدا فرما دے اور انہیں اپنے اکابر کے مشن کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کی بیش از بیش توفیق دے۔ جشن کے پاکستانی شرکاء پر بطور خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے خاصی مشقت کے بعد سفر کرکے جو شرکت کی ہے اس کے عملی تقاضوں کی خاطر سرگرم عمل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو

علی — وارد حال دیوبند
23/3

مشعلِ راہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے قلوب پر اس طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آجاتا ہے، عرض کیا گیا حضور دلوں کے اس زنگ کے دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا! موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت — (بیہقی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن مجید میں مہارت حاصل کرلی ہو، وہ معزز اور وفادار و فرمانبردار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو بندہ قرآن مجید اس طرح پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے ایک تلاوت کا، دوسرا زحمت و مشقت کا (بخاری و مسلم)

حضرت معاذ جہنیؓ سے روایت ہے، کہ

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: مولانا عبدالرؤف فاروقی

علم سے ہی خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

ترجمہ: پس کیوں نہ نکلے ہر فرقے میں سے اُن میں کے کچھ لوگ تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ اُن کی طرف لوٹ کر جائیں تاکہ وہ (بُرے کاموں سے) بچے رہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ جو سورۃ توبہ میں ہے اس میں علم کے حصول کی رغبت دلائی گئی ہے اور پھر آیت کے آخری حصّہ میں تحصیل علم کے بعد عالم کی ذمہ داری کا تذکرہ ہے۔ یوں تو علم کا حاصل کرنا ہر خورد و کلاں پر لازم ہے جیسا کہ حدیث نبوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام سے واضح ہے کہ:

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ۔

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم و فرض ہے۔

کیونکہ جاہل اور اَن پڑھ آدمی نہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات و صفات کو پہچان سکتا ہے اور نہ ہی اپنی عقبیٰ کو سنوارنے کا سامان تیار کر سکتا ہے جبکہ آدمؑ اور اولادِ آدمؑ کی تخلیق کا مقصد ہی معرفت الٰہی اور رضاءِ الٰہی کا حصول ہے اور اسی مقصد کی خاطر انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لاتے رہے اور علم صحیح کی روشنی سے لوگوں کے قلب و اذہان کو منوّر کر کے راہِ حق پر گامزن کرتے رہے اسی وجہ سے فریدالدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"بے علم نتواں خدا را شناخت"

علم و اہل علم کے یوں تو بے شمار فضائل و مناقب ہیں جن سے کتب بھری پڑی ہیں مگر قرآن مجید کی آیت یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت۔

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہیں علم دیا گیا اللہ تعالیٰ ان ہی کے مراتب کو بلند فرمائے گا۔

جس علم کے فضائل کا اس قدر تذکرہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تعلیم جو انسانوں کو راہِ حق دکھا دے وہ علم ہے اور ایسا علم وہی ہے جو اللہ کی جانب سے آیا ہو اور جو چیز انسان کو راہِ حق سے دور کرے اور انسانیت کو تباہی کی جانب دھکیلے وہ علم نہیں جہالت ہے اور موجودہ دور میں جہالت کے اندھیروں میں بھٹکے ہوئے انسانوں ہی کی پیداوار موجودہ

دور کے تمام فتنے کمیونزم اور
سوشلزم ہیں جن کے ظلم و عدوان
کی چکی میں دنیا کے نصف انسان
پس رہے ہیں۔ حالانکہ علم الٰہی
کے مطابق نازل شدہ علم اسلام
ہے۔ انسانیت کو ایک ایسا مکمل
نظام دیا جس میں معاشیات کا
علم بھی اور اصلاح معاشرہ کے
لیے نظامِ تربیت بھی اور آخرت
کی فلاح و بہبود کا سامان اور
اس کی بہترین کسوٹی اور معیار
کتاب و سنّت ہے اور ان کی
عملی تفسیر اسوۂ صحابہ کرام رضؓ۔

اسی علم اور اہل علم کی بابت
قطب عالم شیخ التفسیر حضرت مولانا
احمد علی لاہوری قدس سرہٗ فرمایا
کرتے تھے:۔

"رنگ ہے قرآن، رنگ ساز
ہیں اولیاء کرامؒ اور رنگ فروش
ہیں علماء کرام"

اور جب ہم علم اور
اہل علم کا معیار قائم نہ رکھ سکے
اور قرآن مجید کی حقیقی تعلیم سے
ناآشنا ہو گئے تو نتیجہ یہ نکلا
کہ نقلی پیروں اور نام نہاد صوفیوں
کے جھانسے میں آ کر گمراہی کی
جانب چل دئیے۔ وگرنہ علم جو
انبیاء کرامؑ کی میراث ہے اس
کے حصول کے بعد تو خیر و برکت
اور انعامات و اکرامات الٰہی کے
دروازے کھل جاتے ہیں، جیسا کہ
حدیث پاک میں وضاحت ہے کہ

من یرد اللہ بہ خیرا
یفقہہ فی الدین۔

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ
بھلائی کرنا چاہتے ہیں اس کو علم
و عرفان کی نعمت سے مالا مال
فرما دیتے ہیں۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے
اپنی صحیح میں ایک حدیث ابوموسیٰ
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے علم کی مختلف اقسام اور
منافع علم کو تمثیلاً ذکر فرمایا ہے۔
ارشاد ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے جو علم و
ہدایت مجھے عطا فرما کر
مبعوث فرمایا ہے اس کی
مثال اس بارش کی طرح
ہے جو زور کے ساتھ
زمین پر برسے۔ جو زمین
صاف ہوتی ہے وہ پانی
کو پی لیتی ہے اور بہت
گھاس اور سبزہ اگاتی ہے
اور جو زمین سخت ہوتی ہے
پانی کو روک لیتی ہے
پھر اللہ تعالیٰ اس سے
لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے
لوگ اس کو پیتے ہیں
اور پلاتے ہیں اور زراعت
کرتے ہیں۔
اور کچھ بارش زمین کے
دوسرے حصہ پر پڑتی ہے
جو بالکل چٹیل میدان ہے
نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ
سبزی اگاتا ہے۔ بس۔ یہی
مثال ہے اس شخص کی جو
اللہ کے دین میں فقیہہ (سمجھدار)
ہو جائے اور (خود) پڑھے
اور (دوسروں کو) پڑھائے
اور (دوسری) مثال ہے اس
شخص کی جس نے اس (علم)
کی طرف سر (تک) نہ اٹھایا
اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت
کو جس کے ساتھ میں بھیجا
گیا ہوں قبول نہ کیا"۔

حضرات محترم! اس
حدیث میں علم اور مقصد کو
بھی واضح کر دیا گیا ہے
کہ علم و تحصیل علم کا مقصد
عمل اور تبلیغ اشاعتِ دین
ہے اور اگر کوئی شخص عمل
و تبلیغ نہیں کرتا تو گویا
وہ رحمتِ الٰہی سے محروم ہے
اور ابتداءً جو آیت تلاوت
کی گئی اس میں بھی علم کے
حصول کے بعد مقصد علم یہی
ذکر کیا گیا۔

لینذروا قومھم
اذا رجعوا الیھم لعلھم
یحذرون۔

کہ جب وہ تحصیلِ علم
کے بعد واپس لوٹیں تو قوم

کو خدا کی نافرمانی کے انجامِ بد سے ڈرائیں۔

اور یہی ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد و منشا ہے۔ کیونکہ امتِ مسلمہ کو امتِ وسط اور خیرِ امت کا لقب دے کر دینِ الٰہی کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ اس کو سونپا گیا ہے۔ جو علم کے بغیر ناممکن ہے۔ حضور سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات نے بھی قبیلہ عبدالقیس کے وفد کے سردار مالک بن حویرث کو ایمان قبول کرنے کے بعد ارشاد فرمایا تھا۔

ارجعوا الی اھلیکم فعلموھم۔

"کہ تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ اور انہیں دین کی تعلیم دیا کرو۔"

اور علمِ الٰہی کی اشاعت کی غرض سے صحابہؓ باری مقرر فرما لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک انصاری امیہ بن زیدؓ کے ساتھ معاملہ طے کر رکھا تھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو سننے کی غرض سے ایک ایک روز باری باری خدمتِ اقدس میں حاضر رہا کریں گے اور شام کو حاضری دینے والا دوسرے آدمی کو نئی آمدہ وحی اور دیگر باتوں سے خبردار کر دیا کرے گا۔

اور یہ سارا اہتمام اس لیے کہ علم و عرفان کی روشنی پھیلتی رہے۔ کیونکہ اگر اشاعتِ علم کے رستے مسدود ہو جائیں تو علم مٹ جاتے گا جو کہ علاماتِ قیامت سے ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا، جہل قائم ہو جائیگا، شراب نوشی ہونے لگے گی اور زنا اعلانیہ ہونے لگے گا۔

ایک دوسری حدیث میں علم کے اٹھنے کے انداز کو بھی ذکر کیا گیا ہے کہ :۔

" اللہ تعالےٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ بندوں کے سینوں میں سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دے کر علم اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے اور ان سے (دینی مسائل) پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے (نتیجۃً خود بھی) گمراہ ہوں گے (دوسروں کو بھی) گمراہ کریں گے۔"

اسی وجہ سے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نائب ابوبکر بن حزم کو (مدینہ میں) لکھ کر بھیجا۔ دیکھو تمہارے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر حدیثیں ہیں ان کو لکھ لو۔ اس لیے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے معدوم ہو جانے کا خوف ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے کوئی چیز مقبول نہ ہو گی۔ اور چاہیے کہ سب لوگ علم کی اشاعت کریں اور علماء (عام مجلسوں میں) بیٹھیں، اور علم کی اشاعت کریں تاکہ جو نہیں جانتا وہ جان لے، کیونکہ علم اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتا جب تک کہ چھپایا نہ جائے۔

گویا اس فرمان میں علم کے ہلاک ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے کہ جب کتمانِ علم عام ہو گا تو نتیجۃً جہالت اور گمراہی پھیلے گی۔

بہر حال قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ علم سے ہی انسان کی زندگی عزت اور کامیابی وابستہ ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں علم اور اہلِ علم کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بادۂ شیراز در جامِ اردو

ساقیا! برخیز و در دہ جام را
خاک بر سر کن غمِ ایام را
ساغرِ مے در کفم نہ تا ز سر
برکشم این دلقِ ازرق فام را
بادہ در دہ چند ازیں بادِ غرور
خاک بر سر نفسِ نافرجام را
گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلان
ما نمی خواہیم ننگ و نام را
دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من
سوخت این افسردگانِ خام را
محرمِ رازِ دلِ شیدائے خویش
کس نمی بینم ز خاص و عام را
با دلآرامی مرا خاطر خوش است
کز دلم یکبارہ برد آرام را
ننگرد دیگر بسرو اندر چمن
ہر کہ دید آں سروِ سیم اندام را
از سرِ دنیا گذشتی غم مخور
خوش بخور ہم خوش بدار ایام را
صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب
عاقبت روزی بیابی کام را

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی

ساقیا! اُٹھ اور بھر دے جام کو
بھول جانے دے غمِ ایام کو
جام دے مجھ کو کہ اپنے سر سے میں
پھینک دوں اس چرخِ نیلی فام کو
مے پلا مجھ کو کہ سب بادِ غرور
بھول جائے نفسِ نافرجام کو
گرچہ بدنامی کہیں اہلِ خرد
ہم نے کب چاہا ہے ننگ و نام کو
ہاں مرے سینے کی آہوں کے دھوئیں
آگ دکھلا زاہدانِ خام کو
رازِ دل کا کون محرم ہے یہاں
کب خبر اس کی ہے خاص و عام کو
دل نہ جانے کیوں ہے اس دلبر سے خوش
چھین کر جو لے گیا آرام کو
اُس نے کب دیکھا ہے پھر سروِ چمن
جس نے دیکھا میرے سیم اندام کو
تُو نے جب دنیا کی خوشیاں چھوڑ دیں
بھول جا اب گردشِ ایام کو
چار دن کی ہے یہ سختی حافظا!
آخرش ہے کامیابی کام کی

پیمانہ بردار میخانۂ حافظ - آزاد شیرازی

مجلسِ فکر، واہ کینٹ — منعقدہ: ۱۶ فروری ۱۹۸۰ء

استقامت

از صوفی محمد یونس صاحب — مرتبہ: محمد عثمان غنی، بی اے واہ کینٹ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝

(حم سجدہ ۳۰)

ترجمہ: بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنّت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

شکر کا مفہوم

اللہ تعالےٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ انسان خدا کا شکر ادا کر سکتا ہی نہیں چاہے وہ زندگی بھر سجدے میں پڑا رہے چاہے وہ قیام میں رہے، ساری عمر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو نہیں ادا کر سکتا جو اللہ کے انعامات اور مہربانیاں انسان پر خدا نے کی ہیں انسان اُن کا شکر بجا نہیں لا سکتا مگر جتنی بھی توفیق نصیب ہو اتنا ہی کافی ہے۔ سب سے بڑی نعمت تو ایمان کی نعمت ہے۔ اس کی قدر قیامت کے دن ہوگی کہ ایمان اور اسلام، یہ کتنی بڑی دنیا کی دولت تھی جو قبر میں بھی ساتھ آئیں اور حشر میں بھی جنّت میں پہنچایا۔ جن کے پاس دنیا میں سب سے بڑی دولتیں ہوں، خزانے ہوں، اور حکومتیں ہو، وزارتیں ہوں، صدارتیں ہوں، سب کچھ ہو، ایمان اگر نہیں ہے تو اُن کی زندگی ساری کی ساری بیکار ہے، دنیا کی حکومتیں، دولتیں ساری دنیا میں رہ جائیں گی، خالی ہاتھ دنیا سے جائے گا۔ آخرت برباد ہوگی قبر برباد ہوگی۔ تو اس لیے جتنا بھی خدا کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور شکر یہ ہے کہ اُس کے حکم کے مطابق زندگی کو گذارا جائے اور اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کی جائے اس کو شکر کہتے ہیں۔

ملاقات کے اسباب

آج کا پروگرام معمول سے ایک ہفتہ پہلے بن گیا۔ خدا کی قدرت مجھے اس بات کا پتہ ہی نہیں چلا کہ مجلسِ ذکر حقیقت میں اگلے ہفتے ہونی ہے، راستے میں مجھے خیال آیا کہ مَیں تو ایک ہفتہ پہلے جا رہا ہوں واہ، یہاں آ کر پتہ چلا کہ آپ حضرات کا بھی شوق تھا ملاقات کا۔ تو اللہ کی قدرت پھر وہ جو مجھے افسوس ہو رہا تھا وہ دُور ہو گیا اس لیے کہ مَیں یہ سمجھا کہ چونکہ آپ کے دل میں کچھ جذبہ

تھا، خلوص تھا ملاقات کا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی وہاں سے آنے کی توفیق بخشی۔ تو جیسا بھی انسان کو دوسرے کی چاہت ہو، شوق ہو، اللہ تعالیٰ ملاقات کے اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔ یہاں آکر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میں واپس چلا جاؤں لیکن مجھے پتہ چلا کہ نہیں، آپ بھی ملاقات کرنا چاہتے تھے اس لیے خدا نے اسباب پیدا کر دیے ــــ گر بہرحال اللہ کا ذکر جتنا بھی ہو جائے، جس وقت بھی ہو جائے جتنی مرتبہ بھی ہو جائے، وہ کم ہے۔

سورج گہن اور اسوۂ نبیؐ

میں نے آپ کے سامنے جو آیت پڑھی اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا جنہوں نے پہلے کلمہ پڑھ لیا، اس بات کا اقرار کر لیا کہ رب ہمارا اللہ ہی ہے، پھر اس پر ڈٹے اور زندگی اس پر گزار دی ــــ استقامت کے ساتھ، مصیبت میں، مشکلات میں، پریشانیوں میں، بیماریوں میں، تنگدستی میں، دنیا کی ہر حالت میں، اللہ کے دروازے کو چھوڑا نہیں اسی پر ڈٹے رہے۔ بہت سے لوگ پھسل جاتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا سورج گرہن کے سلسلے میں جو توہمات ہم نے لوگوں میں پائے، مجھے اس پر بڑا ہی تعجب ہوا، کوئی کہتا تھا باہر نہ نکلنا، جب تک سورج گرہن رہے بالکل گھر سے باہر نہ جانا۔ کسی ماں نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا! دوکان بند کر کے گھر میں آ جانا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا یہ بات سن کے۔ میں نے کہا کیسی باتیں توہمات کی کرتے ہو؟ ہم نے کلمہ کیا پڑھا ہے؟ کیا اسلام نے سبق آپ کو پڑھایا ہے؟ یہی سبق پڑھایا ہے؟ خدا سے نہیں ڈرتے، سورج سے ڈرتے ہیں، اللہ کا خوف نہیں ہے سورج گرہن کا خوف ہے، ڈرنا تو خدا سے چاہیے۔ سورج اور چاند بھی خدا کی مخلوقات میں سے ہیں۔ ان کو گرہن لگنا، ان میں کمزوری آنا، ان میں اس قسم کی چیزیں پیدا ہو جانا، یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ سب چیز سے پاک صاف اور مبرا ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (بقرہ ۲۵۵) جس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے نہ کسی وقت غفلت طاری ہوتی ہے، کوئی ایسی حالت اس پر نہیں آتی ــــ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ باقی تمام مخلوقات پر کمزوریاں ناکامیاں اور اس قسم کی چیزوں کا آ جانا یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

تو بہرحال حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معمول تھا وہ پتہ کرنا چاہیے کہ آپؐ کا کیا معمول تھا؟ چونکہ دین ہمارا مکمل ہے اس میں کوئی کمی اور خامی نہیں ہے۔ اس لیے ایسے معاملات میں جب سورج کو گرہن لگے، چاند کو لگے، کوئی تارہ ٹوٹے، کچھ بھی ہو، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ دیکھنا چاہیے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۲۱) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے آپ کے لیے بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ ہر معاملے میں آپؐ ہمارے لیے نمونہ ہیں۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپؐ کے دور میں ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگ گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کو دیکھ کر ایک آدمی کو

بھیجا جو لوگوں کو کہتا کہ لوگو! نماز تیار ہے۔ چنانچہ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور آپؐ نے نماز پڑھائی۔ حتّٰی کہ سورج گرہن جو تھا وہ دور ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایسا بھی ہوُا کہ چاند کو گرہن لگ گیا۔ اس وقت بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے نماز پڑھائی اور بڑی بلند آواز کے ساتھ نماز پڑھائی۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ مَیں تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا باہر کہیں تو مَیں نے اچانک دیکھا کہ سورج کو گرہن لگ گیا اور مَیں وہاں سے بھاگا۔ تیر اندازی مَیں نے چھوڑ دی۔ مَیں نے کہا کہ مَیں دیکھوں کہ اللہ کے نبیؐ کیا کرتے ہیں؟ اس وقت آپؐ کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟ دیکھو نا، صحابہؓ کا یہ شوق تھا ہمیں بھی جب ایسا موقعہ پیش آتے تو دیکھنا یہ چاہیئے، کہ صحابہؓ کا کیا معمول تھا؟ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تعلیم دی ہے؟ کہتے ہیں مَیں جب آیا تو مَیں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہیں، آپؐ نے بڑی لمبی نماز پڑھی، اتنا لمبا قیام کیا جیسے سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ اور بڑے لمبے رکوع کئے، بڑے لمبے سجود کئے حتّٰی کہ سورج گرہن ختم ہو گیا۔ پھر آپ نے لوگوں کو یہ بات بھی سمجھائی کہ لوگو! سورج کا گرہنؔ چاند کا گرہن، اس کا کسی کی موت، کسی کی پیدائش، کسی کی آفت اور مصیبت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ بھی خدا کی مخلوق ہے۔ اس لیے جب سورج کو گرہن لگے تو اللہ کا ذکر کرو۔ سبحان اللہ پڑھو، الحمدللہ پڑھو، اللہ اکبر پڑھو، لا الٰہ الّا اللہ کا ذکر کرو، صدقہ کرو، خیرات کرو، نوافل پڑھو۔ یہ عمل کرو۔ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ باقی جتنی بھی باتیں آج تک ہم سنتے آئے ہیں یہ سب ہماری اپنی خود ساختہ ہیں۔ ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لیے کوئی مصیبت پیدا کر لی۔ یہ ہماری غلطی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی کہ گھر سے نہ نکلو اور جناب فلاں کام نہ کرو، یہ نہ کرو، اور ایک بات جو خطرناک تھی وہ یہ تھی کہ عورتوں کو فکر میں ڈال دیا کسی نے جمعے میں بھی یہ بات کہی کہ کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ کہ جن عورتوں کو بچے پیدا ہونے کے دن ہوں ان کے لیے بڑا خطرناک ہے اور یہ ہے وہ ہے کہاں لکھا ہے؟ کہاں ہے قرآن کی آیت؟ کون سی حدیث سے یہ ثابت ہے؟ ایسی باتیں کر کر کے لوگوں کو خراب کرنا، یہ غلط ہے۔ ایسی بات کرنے سے پریشانی پھیلتی ہے لوگوں کے دلوں میں۔ بلکہ اخبارات میں تو بہت سے ڈاکٹروں نے یہ کہا کہ جو جانور ہیں اُن کو تو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ سورج گرہن لگا ہے کہ نہیں لگا اس واسطے ان کے مالکوں کو یہ چاہیئے کہ اُن کو بھی اندر بند کر دیں۔ استغفراللہ، معاذاللہ۔ اپنی طرف سے ایسے ایسے ڈھکوسلے بنا کر لوگوں کو پریشان کرنا اچھی بات نہیں ہے، یہ سب اسلام کے خلاف ہے قرآن اور حدیث میں جو کچھ بھی ہے وہ ہی ہمارے لیے صراطِ مستقیم ہے، اسی پہ چلنے سے ہماری اصلاح ہو گی۔ اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔ اس قسم کے شگون لینا گناہ ہے۔

ایک حدیث میں یوں بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سترؔ ہزار یا سترؔ لاکھ انسان جو ہیں وہ جنّت میں داخل ہوں گے بغیر حساب کتاب کے، اُن کی نشانیوں میں سے ایک

نشانی یہ بھی ہوگی کہ وہ دنیا میں شگون نہیں لیا کرتے تھے جیسا کہ ہمارے ہاں رواج ہے بلی آگے سے گذر گئی بس جی سفر ہی نہیں کریں گے ـــ کیوں جی ؟ بلی گذر گئی ۔ راستہ کاٹ دیا ۔ یہ شگون ہے ۔ اور ایسا ہی کوئی کوا بول رہا ہے کوٹھے پر، کہیں گے جی آج کوئی مہمان آئیگا۔ یہ شگون ہے ۔ اس قسم کے شگون ہمارے ہاں بہت لیتے ہیں ۔ کئی قسم کے ایسے شگون بد لیے جاتے ہیں ۔ ان شگونوں کو لینا ہی نہیں چاہیے ۔ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــ نفع نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔ کوئی دنیا کی طاقت نفع نقصان کی مالک نہیں ہے ـــ جو لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے، چاند کی پوجا کرتے تھے، ان کو سجدے کرتے تھے، ان کو حاجت روا مشکل کشا سمجھتے تھے ۔ خدا نے اس بات کا ثبوت پیش کر دیا جن کو تم خدا سمجھتے ہو، مشکل کشا سمجھتے ہو، حاجت روا سمجھتے ہو وہ تو خود خدا کی مخلوق ہیں، ان میں تو خود کمزوریاں ہیں، ان پر تو خود تاریکی چھا جاتی ہے۔ وہ تمہارے حاجت روا کیسے ہو سکتے ہیں ؟ وہ سجدے سجود کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں ؟ ہندوستان میں آپ نے سنا ہوگا ۔ اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ وہ نہانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، اشنان کریں گے پوتر ہو جائیں گے ۔ کوئی گنگا میں کوئی جمنا میں کوئی نہر میں کوئی کسی جگہ پر جا کے نہائیں گے عورتیں اور مرد بھی ۔ اور یہ ان کا عقیدہ ہے کہ جو نہائے گا وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا ۔ ساری عمر گناہوں میں گذری، نافرمانی میں گذری، شرک و کفر میں گذری، حرام حلال کھانے میں گذری اور آخر وہاں جا کے نہا لیں گے تو پوتر ہو جائیں گے، یہ سب توہمات ہیں ۔ بہرحال مسلمان کا اپنا ایک مذہب ہے، دین ہے ۔ تو اللہ تعالے اس آیت میں یہ فرماتے ہیں کہ مومن وہ ہے جو اس عقیدے پر ڈٹ جائے، اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا، حاجت روا نہیں، کوئی فریادرس نہیں ـــ کوئی سجدے سجود کے لائق نہیں، اسی پر ڈٹا رہے تو جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو پھر اللہ کے فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں ۔ اور اس کو خوشخبری سناتے ہیں کہ جب تم جاؤگے دنیا سے، غم نہ کرنا اور قبر میں بھی اور حشر میں بھی فکر نہ کرنا، وہاں بھی اللہ تعالے نے تمہارے لیے جنت بنائی ہے ۔ اور وہاں پر بڑے آرام کے ساتھ اور چین سے زندگی بسر کروگے

استقامت اور کرامت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالی سے استقامت کی دعا مانگو، کرامات نہ مانگو ـ بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ کرامات کے بہت متمنی ہوتے ہیں ۔ کچھ بھی نہ ہوں تب بھی اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے صاحب کرامت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ کرامت ہوتی ہے وقتی طور پر، ساکن ہوئی تو ختم ہو گئی مگر استقامت ہوتی ہے پختہ طور پر ۔ استقامت صاحب استقامت کو دے دی جاتی ہے ۔ صاحب استقامت جب مرے گا تو استقامت کی برکت سے اس کی قبر منور ہوگی ۔ قیامت کے دن بھی اس کے چہرے پر نور ہوگا ۔ اللہ تعالی راضی ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی ۔ حوض کوثر سے پانی پینا نصیب ہوگا ۔ جنت الفردوس میں داخلہ بھی انشاءاللہ تعالی ضرور ہوگا

تو استقامت کی دعا مانگو، اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْفِ مِنْ کَرَامَۃٍ، ایک ہزار کرامت ایک طرف، ایک استقامت ایک طرف ۔ استقامت بہت بڑی نعمت ہے اکثر لوگ پھسل جاتے ہیں، جب

(باقی ۲۶ پر)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی

عبدالرحمان جامی، گوجرانوالہ

یہ ایک لابدی حقیقت ہے کہ دنیا میں وہی اقوام عزت وعظمت سے سرفراز ہوئیں جن کو مثالی قیادت وسیادت میسر آگئی اور وہ قومیں صفحۂ ہستی سے حرف مکرر کی طرح مٹادی گئیں جن کی قیادت نااہل اور خود غرض افراد کے ہاتھ میں تھی، قدرت ایسے باکمال لوگ صدہا سال کے بعد پیدا کرتی ہے جو قوم کی راہنمائی کے اہل ہوتے ہیں، علماء دیوبند کو ہمیشہ یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ انہوں نے ہند سے جنم لینے والی آزادی کی تحریکوں میں اپنی تمام صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور مسلمانان ہند کے دوش بدوش حق جہاد ادا کیا،

امام ربانی بحر علم وعرفان حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی نابغہ روزگار اور عبقری ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں فرنگی سامراج کے سامنے کلمہ حق وصداقت کا حیات آفریں نعرہ بلند کیا، اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی کے ساتھ جنگ آزادی میں قائدانہ حصہ لیا، ان نفوس قدسیہ نے اپنی قوت ایمانی اور لازوال خلوص کا مظاہرہ کیا اور قوم کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سنبھالا دے کر ساحل امن پر لاکھڑا کیا اور کسی مرحلہ پر بھی قوم کے فیصلوں سے روگردانی نہیں کی،"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا تو آپ نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا محمد یعقوبؒ نانوتویؒ حاجی امداد اللہؒ حافظ ضامن شہیدؒ اور کئی دوسرے ساتھیوں سمیت مسلمانانِ ہند کو جہاد پر ابھارا اور وعظ وپند سے لوگوں میں ایک جوش وخروش برپا کردیا،

آزادی کی تحریک پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی، مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی نے اپنے دوسرے رفقاء سمیت تھانہ بھون تحصیل شاملی پر حملہ کردیا وہاں پر سخت پہرہ تھا لیکن آپ نے انگریز حکومت کے سخت پہرہ کے باوجود حملہ کیا اور شاملی کے میدان میں خوب داد شجاعت دی، اس معرکہ میں آپ کے ساتھی مولانا حافظ محمد ضامنؒ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے اس کے باوجود کہ اس چھوٹی سی جماعت کے پاس حربی ساز وسامان کی کمی تھی لیکن ان کی رگوں میں جذبۂ جہاد موجزن تھا، اس بے سروسامانی کے باوجود انہوں نے دشمن کو کاری ضرب لگائی اور کئی اہلکاران تحصیل کام آئے اور دشمن کو جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا،"

دوسرے دن گورا فوج نے تھانہ بھون کو گھیرے میں لے لیا اور گولہ باری شروع کردی حضرت مولانا گنگوہی نے مولانا نانوتوی اور حضرت حاجی امداد اللہ کی معیت میں تھانہ بھون کو خیرباد کہا لیکن اس دوران ان تینوں حضرات کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوچکے تھے، حضرت نانوتوی تین دن تک روپوش رہے اور ادھر حاجی صاحب نے سفر حجاز کا ارادہ فرمایا آپ کو حضرت حاجی صاحب کی مفارقت کا بہت صدمہ تھا، حاجی صاحب ابھی پنجلاسہ ہی میں قیام پذیر تھے حضرت گنگوہی نے قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا، لیکن حکم ہوا کہ میاں رشید احمد تم ہندوستان میں ہی رہو، خدا نے ابھی تم سے بہت سے کام لینے ہیں" آپ نے شیخ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردیا اور ثابت قدمی سے عیسائی پروپیگنڈہ کا مقابلہ کرتے رہے،

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو رخصت کرکے پنجلاسہ سے گنگوہ واپس ہوئے، یہاں پر کچھ عرصہ قیام کے بعد رام پور منہیاران تشریف لے گئے وہاں پر حکیم ضیاء الدین کے ہاں قیام فرمایا ماہ جولائی ۱۸۵۹ء کو پولیس کپتان گارڈن کرنیلی فرانسس اپنے سپاہیوں کے ہمراہ گنگوہ پہنچا اور حضرت گنگوہی کی تلاش شروع کردی آپ کو مسجد اور خانقاہوں میں ڈھونڈا گیا دوست واحباب، عزیز واقارب سے آپ کے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی، مسجد میں آپ کے ماموں زاد بھائی مولانا ابوالنصر ایک کونے میں گردن جھکائے مراقبہ میں مستغرق تھے ایک سپاہی نے حضرت گنگوہی کے دھوکے میں

آپ کو گردن سے پکڑ کر کھڑا کر لیا، مولانا ابونصر
صورت و سیرت اور وضع و قطع میں حضرت گنگوہی
سے بڑے مشابہ تھے اور بعض مشابہت کی
وجہ سے آپ کو گرفتار کر لیا، مولانا ابونصر
کو مارا پیٹا گیا مگر آپ چپکے ہو رہے اور اُف تک
نہ کی، ایک عرصہ تک آپ کے ساتھ یہی ستم
روا رکھا گیا مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ میں
رشید احمد نہیں ہوں، آخر فتح کے نشے میں
چور فرانسس کو پتہ چلا کہ جن کو گرفتار کیا گیا ہے
یہ تو اصل ملزم رشید احمد کے ماموں زاد بھائی
مولانا ابونصر ہیں اور اصل ملزم تو گنگوہ میں
موجود ہی نہیں،،

چنانچہ حالات منکشف ہونے پر آپ کی
تلاش شروع ہوئی اور آپ کو رام پور میں
مولانا حکیم ضیاء الدین کے مکان سے گرفتار
کر لیا گیا آپ کو مسلح پولیس کی حفاظت
میں سہارنپور جیل میں قید کر دیا گیا

مولانا ابونصر خود تو رہا ہو گئے لیکن ان
کو حضرت گنگوہی کی گرفتاری کسی پل چین نہ دیتی
تھی، چنانچہ وہ اور ان کے والد مولانا عبدالغنی
پیدل ہی سہارنپور پہنچے اور ایک صاحب
کی معرفت آپ کو کھانا پہنچایا اور خیریت دریافت
کی، مولانا گنگوہی نے اس کے جواب میں
کنکریوں پر کوئلے سے لکھا، آپ لوگ فکر مند
نہ ہوں میں اللہ کے فضل سے آرام سے ہوں

آپ کی اہلیہ محترمہ نے جب آپ کی گرفتاری
کے بارے میں سنا تو خدا کا شکر ادا کیا، یہ
وہ عظیم عورت ہے کہ جس کا باپ حق و باطل
کی جنگ میں جان دے دیتا ہے اور خاوند
پس دیوار زنداں قید ہے، لیکن وہ گردش
زمانہ اور حالات کی عدم موافقت کے باوجود
قرون اولیٰ کی مقدس و محترم عورتوں کی
طرح رضائے الٰہی پر مطمئن نظر آتی ہے

۵، انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

مولانا گنگوہی تین چار دن حوالات میں بند
رہے، پھر عدالت نے حکم دیا کہ آپ کو
مظفر نگر منتقل کر دیا جائے چنانچہ ننگی تلواروں
کے سایہ میں آپ کو مظفر نگر لایا گیا اور
مظفر نگر کے جیل خانہ میں بند کر دیا گیا،

تحقیقات اور پیشیوں کا سلسلہ جاری رہا
آپ پر یہ الزام تھا کہ آپ شاملی کی
تحصیل میں ہونے والے ہنگامے میں
پیش پیش تھے اور سپاہیوں کی رائفل
آپ کے پاس ہے، آپ نے فرمایا، رائفل
کا الزام بالکل بے بنیاد ہے، حاکم نے کہا
تم نے حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائے
ہیں آپ نے اپنی جیب سے تسبیح نکالی
اور فرمایا کہ ہمارا ہتھیار تو یہ ہے آپ نے
عدالت کے تمام سوالات کا جواب نہایت
بامردی اور استقامت سے دیا اور کسی
مقام پر بھی آپ کے پائے استقلال میں
لغزش نہیں آئی اور ہر موقع پر حق و صداقت
کا آوازہ بلند کیا،

انسان اگر عزم و استقلال، شجاعت و حمیت
، صداقت و شرافت اور قوت ایمانی جیسے
جوہر مصفیٰ سے مزین ہو تو کوئی چیز اس کے
نیک ارادوں کی تکمیل میں رکاوٹ نہیں
بن سکتی، ناسازگار حالات اس کے لئے
کچھ وقعت نہیں رکھتے، ایسے باعزم اور
حوصلہ مند افراد ہی کارگہ حیات میں کامیابی
و کامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں، مولانا گنگوہی
تقریباً چھ ماہ تک اسیر فرنگ رہے آپ کو
ہر طرح سے ڈرایا دھمکایا گیا لیکن آپ
فرنگی سامراج کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں
ہوئے اور عدالت کے سامنے ہر بات کا
جواب واقعات کی نوعیت اور حقیقت
حال کے مطابق دیا، جیل میں آپ نے وعظ
و پندار اور ترغیب و ترہیب سے اپنے دینی
فریضہ کی تکمیل کی اور قید خانہ میں حق اور
قادر مطلق کی توحید کے زمزمے بلند کئے
روزانہ باجماعت نماز ادا کرتے، صبح و شام
قرآن کریم کی تلاوت آپ کا روزانہ معمول
تھا، آپ نے قیدیوں کو،، زندگی بے بندگی
شرمندگی،، کے بھولے ہوئے سبق کی یاد
دلائی اور قادر مطلق کی وحدانیت کا درس دیا
آپ کے اخلاق و کردار سے کئی دوسرے قیدی
آپ کے معتقد ہو گئے ان میں سے کچھ قیدی
آپ کے مرید بن گئے،،

اسی زمانے میں آپ کی پھانسی کی خبر
پھیلی، اور انہی دنوں آپ کے پیر و مرشد حاجی
امداد اللہ صاحب بھی حجاز مقدس سے واپس
ہندوستان تشریف لا چکے تھے، انہیں جب
یہ خبر پہنچی تو وہ کچھ دیر مراقبے میں رہے اور
پھر سر اٹھا کر فرمایا، رشید احمد کو کوئی پھانسی
نہیں دے سکتا، حق تعالیٰ نے ابھی ان سے
بہت سے کام لینے ہیں، چنانچہ حاجی صاحب
کی پیشینگوئی کے چند دن بعد آپ رہا ہو گئے
آپ ماہ جولائی ۱۸۵۹ء سے جنوری ۱۸۶۰ء
تک جیل میں رہے،،

بالآخر ۱۳۲۹ھ میں طلوع ہونے والا آفتاب
جہاں تاب اور دنیائے علم و ادب کا یہ
درخشندہ ستارہ ۱۹۰۵ء کو ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے غروب ہو گیا،،

امام رازیؒ کی وصیت

اُمّتِ محمّدیہ جن علماء کرام پر فخر کرتی ہے اُن میں امام فخرالدین رازی بھی ہیں، امام رازی چھٹی صدی ہجری میں گذرے ہیں، معقولات اور منقولات کے بے نظیر عالم تھے، آپ نے کئی مفید تصانیف چھوڑیں، مگر وہ تصانیف جو آپ نے اُس وقت کے شیخ اعظم نجم الدین کبریٰ سے بیعت کے بعد مرتب فرمائیں! ان سے معلوم ہوتا ہے کہ معقولات کا یہ امام اب صرف قرآن مجید ہی کو دینی و دنیاوی سعادت کا منبع سمجھتا تھا۔ چنانچہ تزکیہ باطن کی طرف متوجہ ہونے کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا!

اگرچہ میں نے مختلف قسم کے علوم نقلیہ وعقلیہ میں کتابیں لکھیں لیکن اس علم تصوف کی خدمت کی وجہ سے مجھ کو مختلف قسم کی جو دینی سعادتیں حاصل ہوئیں وہ اور علوم کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئیں، چنانچہ آپ کی مندرجہ ذیل وصیت ان ہی سعادتوں کی نشاندہی کر رہی ہے!

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدرکھنے والا اور اپنے آقا کے کرم پر بھروسہ کرنے والا بندہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی جو اپنی دنیا کے آخری اور اپنی آخرت کے اول وقت میں ہے، اور یہ وہ وقت ہے جس میں ہر سنگدل نرم ہوجاتا ہے اور ہر مفرور غلام اپنے آقا کی طرف رُخ کرتا ہے، کہتا ہے کہ میں خدا کی تعریف ان توصیفوں کے ساتھ کرتا ہوں جو اس کے بڑے بڑے فرشتوں نے اپنی ترقیوں کے بزرگ ترین اوقات میں اور اس کے بڑے بڑے پیغمبروں نے اپنے مشاہدات کے مکمل ترین اوقات میں کی ہیں، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ حدوث اور امکان کے نتائج میں سے ہے،، اس لئے میں اس کی تعریف ان توصیفوں کے ساتھ کرتا ہوں جسکی مستحق اسکی الوہیت ہے، اور کمال الوہیت کی وجہ سے وہ اس کے لازمی ہیں خواہ میں اسکو جانوں یا نہ جانوں، کیونکہ خاک کو رب الارباب کے جلال سے کوئی مناسبت ہی نہیں، میں ملائکہ مقربین، انبیاء و مرسلین، اور خدا کے تمام صالح بندوں پر درود بھیجتا ہوں، اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اے میرے دینی بھائیو اور طالب یقین میں میرے دوستو! یہ یقین رکھو کہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان جب مرگیا تو مخلوق سے اس کا تعلق منقطع ہوگیا، لیکن دو وجہوں سے اس عام کی تخصیص ہوجاتی ہے، ایک تو یہ کہ اگر اس کا کوئی نیک عمل باقی ہے تو یہ دُعاء کا سبب ہوگا اور خدا کے یہاں دُعاء کا اثر ہوتا ہے، دوسری بات اہل وعیال کے مصالح اور ادائے حقوق سے تعلق رکھتی ہے، سو پہلی بات کی نسبت تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں ایک علم دوست آدمی تھا اس لئے ہر چیز کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھتا تھا، تاکہ اسکی کمیت و کیفیت کو معلوم کرسکوں، خواہ وہ حق ہو یا باطل، بھلی ہو یا بری، لیکن جو کچھ میں نے اپنی کتابوں میں ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ محسوس دنیا ایک ایسے مدبّر کے زیر تدبیر ہے جو متحیزات واعراض کی مماثلت سے منزّہ اور کمال قدرت، علم اور رحمت کے ساتھ متصف ہے میں نے کلامیہ اور فلسفیانہ طرز و روش کو جانچا ہے لیکن اس میں وہ فائدہ نہیں دیکھا جو اس فائدے کے برابر ہو جو میں نے قرآن مجید میں پایا ہے کیونکہ وہ تمامتر خدا کی عظمت وجلال کو تسلیم کرواتا ہے اور اعتراضات و مناقضات میں تعمق کرنے سے روکتا ہے اور یہ اس علم کی بنا پر ہے کہ عقول بشریہ ان گہرے پوشیدہ رازوں اور تنگ راستوں میں گم ہوجاتی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس کے وجوب وجود، اس کی توحید، قدم، ازلیت، تدبیر اور فعالیت میں شرکا سے برأت کے متعلق جو چیز ظاہری دلائل سے ثابت ہے، میں اسی کا قائل ہوں اور اسی کو لیکر خدا کے

پاس جاؤں گا۔ اور جس چیز میں غموض اور دقت پائی جاتی
ہے اس کے متعلق جو کچھ قرآن مجید اور احادیث
صحیحہ میں آیا ہے اور اس پر تمام ائمہ نے اتفاق کیا
ہے اور سب کے سب ایک ہی معنی کا اتباع کرتے
ہیں وہ ایسی ہی ہے جیسا کہ وہ ہے اور جو چیز ایسی نہیں
ہے۔ میں اے خداوند عالم کہتا ہوں کہ میرے خیال میں
تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ تو بخشش کرنے والوں
میں سب سے زیادہ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے
والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے
اس لئے جو کچھ میرے قلم نے لکھا یا میرے دل میں
آیا میں اس پر تیرے علم کو گواہ بناتا ہوں اور کہتا ہوں
کہ اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں نے اس کے ذریعہ
سے باطل کی حقانیت ثابت کی ہے اور حق کا ابطال
کیا ہے تو میرے ساتھ وہی سلوک کر جس کا میں
مستحق ہوں، اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں نے صرف
اسی بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جس
پر میرا یہ اعتقاد تھا کہ وہ حق ہے اور میں نے اسکو
صحیح خیال کیا ہے تو تیری رحمت کو میری نیت کے
ساتھ ہونا چاہیئے نہ کہ اس نتیجہ کے ساتھ جس کو میں
نے پیدا کیا ہے، ایک مفلس کی یہ آخری کوشش ہے
اور تو اس سے بلند ہے کہ ایک کمزور کو جو لغزش
میں پڑ جائے شکنجے میں جکڑے۔

تو اے وہ ذات! جس کے اقتدار میں نہ عارفوں
کی معرفت سے اضافہ اور نہ خطا کاروں کی خطا
سے کمی ہو سکتی ہے، میری فریاد رسی کر، مجھ پر رحم کر
، میری لغزش پر پردہ ڈال، اور میرے گناہوں
کو مٹا دے، میں کہتا ہوں کہ میرا دین محمد سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت، اور میری کتاب قرآن
مجید ہے اور دین کی جستجو میں میرا اعتماد انہی دو چیزوں
پر ہے، اے میرے خدا، اے میری آوازوں
کو سننے والے، اے دعاؤں کے قبول کرنے والے
اے لغزشوں سے درگذر کرنے والے، اے آنسوؤں
پر رحم کرنے والے، اور اے محدثات و ممکنات
کے قائم رکھنے والے! میں تیرے ساتھ حسن
ظن رکھتا تھا، تیری رحمت کا بہت بڑا امیدوار
تھا، اور تو نے کہا ہے کہ میں بندے کے ساتھ
وہی کرتا ہوں جو میرے ساتھ میرے بندے کا
گمان ہوتا ہے، اور تو نے کہا ہے کہ کون شخص
بیقرار کی دعا کو جب وہ اس کو پکارتا ہے قبول
کرتا ہے؟ اور تو نے کہا ہے کہ جب میرے بندے
تجھ سے میرے متعلق سوال کرتے ہیں تو میں
قریب ہوتا ہوں، تو تو یہ مان لے کہ میں کوئی
چیز لیکر نہیں آیا، لیکن تو بے نیاز اور کریم ہے
اور میں محتاج اور کمینہ ہوں: یہ یقین کر کہ تیرے
سوا میرا کوئی نہیں اور میں تیرے سوا کوئی
احسان کرنے والا نہیں پاتا، اور میں اپنی
لغزش، قصور، عیب، اور کمزوری کا اعتراف کرتا
ہوں تو تو میری امید کو ناکام نہ کر، اور میری
دعا کو واپس نہ کر اور اپنے عذاب سے موت
سے پہلے، موت کے وقت، اور موت کے بعد
محفوظ رکھ، اور سکرات موت کو اور موت کے
آنے کو مجھ پر آسان فرما، اور آلام و انتقام کی
وجہ سے مجھ کو سختی میں مبتلا نہ کر اور تو رحم
کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے
والا ہے"۔

میں نے جو علمی کتابیں تصنیف کی ہیں یا قدماء پر
ان میں جو بکثرت اعتراضات کئے ہیں، ان کو جو
شخص دیکھے اور وہ اعتراض اس کو پسند آئیں
تو بطور احسان و انعام کے مجھ کو اپنی بہترین
دعاؤں میں یاد کرے ورنہ بری بات نہ کہے، کیونکہ
میرا مقصد صرف تکثیر بحث اور تشحیذ خاطر تھا،
اور ہر چیز میں صرف خدا تعالیٰ پر اعتماد ہے، دوسرا
مقصد بچوں اور عورتوں کی اصلاح ہے، تو اس سے
متعلق سب سے پہلے خدا پر بھروسہ ہے۔ اس کے
بعد خدا کے نائب محمد (محمد بن تکش خوارزم شاہ)
پر، خداوند تو اس کو دین کی سربلندی میں محمد اعظم
کا قرین بنا، لیکن چونکہ سلطان اعظم بچوں کی مہمات
کی اصلاح میں مشغول نہیں رہ سکتا اسلئے میں نے
بہتر یہ سمجھا کہ اپنی اولاد کی وصیت کا معاملہ خدا
کے سپرد کروں، میں نے اس کو خداوند تعالیٰ
کے تقویٰ کا حکم دیا ہے کیونکہ خدا ان لوگوں کے
ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور
نیکی کا کام کرتے ہیں، اس کے بعد تمام وصیتیں
کیں اور کہا کہ میں اسکو وصیت کرتا ہوں پھر
وصیت کرتا ہوں، پھر وصیت کرتا ہوں کہ
میرے فرزند ابوبکر کی تربیت میں زیادہ اہتمام
کرے، کیونکہ ذہانت اور طباعی کے آثار اس
پر ظاہر ہیں امید ہے کہ خدا اسکو بھلائی تک
پہنچائیگا، میں اسکو، اور اپنے تمام شاگردوں
کو اور ہر اس شخص کو جس پر میرا حق ہے، حکم
دیتا ہوں کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری
موت کے اخفا میں سخت اہتمام کریں
اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دیں اور مجھکو کفن
پہنا کر شریعت کے مطابق موضع مزداخان کے
پہاڑ کے قریب لیجا کر دفن کریں اور جب مجھ
کو قبر میں رکھیں تو آیات قرآن میں سے جس
قدر ممکن ہو پڑھیں، پھر مجھ پر خاک ڈالیں
اور آخر میں کہیں کہ اے کریم ذات تیرے پاس
فقیر محتاج آیا ہے تو اس پر احسان کر!

۔۔ جب تم کسی کام کو کرنا چاہو تو اس کے انجام
پر غور کر لو اگر بہتر ہے تو کر گذرو، اگر برا ہے
تو باز رہو۔ (حدیث)

حکایاتِ اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ

(ماسٹر محمد عمر خان گڑھی)

از فرمودات شیخ طریقت حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بہلوی نور اللہ مرقدہ

فرمایا۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کو کسی نے عرض کیا حضرت! فلاں آدمی آپ کو گالیاں دیتا ہے کہ احمد علی ایسے ویسے ہیں حضرت ؒ نے فرمایا بھائی دنیا میں احمد علی بہت ہیں کسی اور کو کہا ہوگا"۔

فرمایا۔ حکیم الامۃ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا جو شخص خانقاہ امدادیہ میں آیا اور اس نے کہا کہ میں کچھ بن گیا درحقیقت وہ کچھ نہیں بنا"۔

فرمایا۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند کی خدمت میں ایک شخص نے شادی کا تعویذ مانگا، حضرت نے انکار فرمایا، اور کہا کہ میں تعویذ نہیں جانتا مگر وہ نہ مانا آخر آپ نے ایک تعویذ لکھ دیا جب کام ہوگیا تعویذ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا، اے اللہ تو جانتا ہے میں تعویذ جانتا نہیں یہ مانتا نہیں، تیرا بندہ ہے تو جان اور تیرا کام جانے"

فرمایا۔ ہمارے اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ میں اتباعِ سنت اس قدر تھی کہ جان چلی جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں فرق نہ آئے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے ساتھیوں کے مشورہ سے آپ چھپ گئے تین دن کے بعد باہر نکل آئے، عرض کیا گیا حضرت ابھی تک تو انگریز گرفتار کرنے کے لئے ڈھونڈ رہے ہیں آپ چھپ جائیں ورنہ تحریک ختم ہوجائیگی آپ نے فرمایا احادیث کی کتب میں پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں ہجرت کے وقت تین دن چھپے ہیں میں بھی تین دن چھپا، اب قاسم کی جان جائے مگر حضور کی سنت میں فرق نہ آئے،

فرمایا۔ حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت! ہمارا ایک پیر بھائی آپ سے بے اعتقاد ہوگیا ہے، کوئی مجھ جیسا ہوتا تو کہتا دیکھ لینا عنقریب ذلیل ہوگا خوار ہوگا۔ بلکہ فرمایا! فکر کیجئے کہ قیامت کے دن ایک کا جواب نہ دینا پڑ لیگا،

ولنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین،

فرمایا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا وظیفہ ارشاد فرمادیں جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نیفض بشارت ہوجائے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے فرمانے لگے بھائی! تم تو زیارت فیض بشارت کا کہتے ہو میں تو اس لائق بھی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء کو دیکھ سکوں بعد میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تیرے، میرے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ستر ہزار حجابات ظلمانیہ ہیں، جب یہ حجابات ظلمانیہ ختم ہوجائیں گے تو پھر ہر وقت زیارت کے لائق ہوجائینگے

فرمایا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہٗ العزیز جب مالٹا کی جیل میں قید ہوئے تو آپ کے ساتھ آپ کے جانثار شاگرد مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ مولانا مرتضی حسن ؒ چاندپوری اور مولانا عزیز گل مدظلہ ہمراہ تھے انہوں نے دل میں عہد کر لیا کہ مرجائینگے مگر اپنے استاد اور شیخ کا ساتھ نہیں چھوڑینگے"

سرکار برطانیہ کا حکم آیا کہ شیخ الہند ؒ کو مع ان کے رفقاء کے پھانسی چڑھا دو، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر دیکھا حضرت شیخ الہند ؒ رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا حضرت رونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میں اپنے لئے نہیں روتا میں تو بوڑھا آدمی ہوں میں آپ نوجوانوں کی جوانی پر رو رہا ہوں، میں نے عرض کیا حضرت! کیا ہوا اللہ کے نام پر شہید ہو رہے ہیں آپ نے ایک چیخ ماری اور رو کر فرمایا کبھی کبھی وہ جان لے لیتے ہیں اور قبول بھی نہیں کرتے

فرمایا۔ حضرت مولانا عبد القدوس گنگوہی ؒ سلسلہ چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ تھے آپ کے

زمانہ میں قحط پڑ گیا، حضرت نے ایک دیگ
پکائی اور تقسیم کرنا شروع کر دی تین دن تک
خیرات تقسیم کرتے رہے مگر دیگ ختم نہ ہوئی
اوپر سے آواز آئی عبدالقدوس! خدا بننا چاہتے
ہو؟ حضرت نے جواب دیا، "سائیں توں اور
تیری مخلوق"۔

فرمایا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
رحمۃ اللہ علیہ نے مکۃ المکرمہ سے حضرت مولانا
رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا
کہ ہندوستان سے تمام احباب خط لکھ رہے ہیں
مگر آپ نے کوئی خط نہیں لکھا آپ اپنی کیفیت
کا حال لکھیں جوابًا تحریر فرمایا کہ جب سے آپ سے
تعلق قائم کیا ہے بظاہر اور تو کوئی فائدہ نظر
نہیں آیا، ہاں امور شرعیہ امور طبعیہ بنتے جا رہے
ہیں۔

فرمایا۔ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ
علیہ جو تبلیغی جماعت کے امام اور بانی تھے، آپ
کی خدمت اقدس میں مہمان آ گئے دسترخوان
بچھا ہوا تھا ایک خادم سالن لیکر آ رہا تھا
سالن گرا قمیص خراب ہو گئی حضرت نے
خادم سے تعجب کے ساتھ پوچھا تیری نماز
میں نقص ہے؟ حالانکہ بظاہر نماز اور سالن
کے گر جانے میں تضاد ہے، مگر فرمایا کہ جس
کی نماز میں نقص ہو گا اس کے دنیاوی معاملات
میں بھی نقص ہو گا"۔

فرمایا۔ حضرت مولانا قاضی احسان احمد
شجاع آبادی مرحوم مدینہ منورہ تشریف لے گئے
پاکستان کا ایک شخص ملا کہنے لگا قاضی جی آپ
یہاں کہاں؟ آپ تو حضورؐ کو نہیں مانتے۔
حضرت قاضی صاحب مرحوم نے فرمایا میں نے
تو یہاں آنا تھا تم یہاں کہاں؟ تم تو ٹکے کی
مٹھائی بانٹ کر پاکستان بلا لیا کرتے تھے،

فرمایا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ
شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز جالندھر
خیر المدارس تشریف لے گئے، کھانے کا وقت
آیا، ایک بھنگی جو مذہبًا عیسائی تھا مکان
میں جھاڑو دے رہا تھا آپؒ نے فرمایا،
بھائی آؤ میرے ساتھ کھانا کھا لو، اس نے
احساس کمتری سے معافی مانگی آپ اُٹھے اس
کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے میں شریک
کر لیا کھانے سے فارغ ہو کر گھر جا کر حال
سنایا اس کی بیوی نے کہا اگر مسلمانوں کے
رہنماؤں کا یہ حال ہے تو ہم مسلمان ہوتے
ہیں وہ شام کو اپنی بیوی بچے لا کر مسلمان
ہو گیا"۔

فرمایا۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ
بانی جماعت تبلیغی ایک رئیس کے پاس بغرض
تبلیغ تشریف لے گئے اس کو فرمایا بھائی!
تھوڑی سی دیر میری بات سن لیں اس نے
ناراضگی کے لہجہ میں کہا جا الیاس جا میں تیری
بات بھی نہیں سننا چاہتا آپ نے دوسری بار
بڑی نیاز سے کہا بھائی تھوڑی سی دیر میری
بات سن لیں اس رئیس نے آپ کو ایک لات
ماری آپ ایک کھڈے میں جا گرے اور اٹھنے
کے بعد اپنی پگڑی مبارک اس کے پاؤں پر
رکھدی اور رو کر فرمایا بھائی تھوڑی دیر میری
بات سن لیں، اس کے دل پر اثر پڑا کہنے لگا
جو بات ہو بیان فرمادیں آپ نے ناصحانہ انداز
میں کچھ بیان فرمایا اور آخر میں جماعت کے
لئے وقت مانگا اس نے وقت دیدیا آپ کی
نیاز کا اس شخص پر اس قدر اثر پڑا کہ اس
ایک آدمی کی کوشش سے چار سو خاندانوں
کو ہدایت نصیب ہوئی"۔

"انمول موتی"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
ہادئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
کون ہے جو مجھ سے یہ چند کلمات حاصل کر لے
پھر ان پر عمل کرے یا پھر کسی ایسے شخص کو
سکھائے جو ان پر عمل کرے؟
میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ میں!
پھر آپ نے میرا سیدھا ہاتھ پکڑا اور گن
کر پانچ باتیں ارشاد فرمائیں:

۱۔ ممنوعات سے بچو (یعنی حرام اشیاء سے
پرہیز کرو) سب سے بڑے عبادت گذار
بن جاؤ گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے نصیب
میں رکھ دیا ہے اس پر راضی رہو، سب
سے زیادہ خوش حال بن جاؤ گے۔

۳۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک
کرو، مومن بن جاؤ گے۔

(۴) لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے
پسند کرتے ہو! مسلم بن جاؤ گے

(۵) زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ
ہنسنے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا! جب تم کسی
کے بارے میں کچھ سنو تو فورًا اس پر یقین نہ کر لیا کرو
بلکہ اس کی چھان بین کرو یہاں تک کہ اس کی
تحقیق ہو جاوے، کیونکہ لوگوں [illegible] ہے
کہ جب کسی کے بارے میں کوئی [illegible]
تو فورًا یقین کر لیں گے اور پھر اس [illegible]

سندھی زبان کے بعض اہم اور دلچسپ پہلو

محمد ایوب قادری

اردو زبان کی ہیئت ترکیبی لسانیات کی تاریخ میں ایک عجیب و غریب داستان پیش کرتی ہے، اس میں تین قدیم ثقافتوں عربی فارسی، سنسکرت (ہندی) کی بہترین روایات کا امتزاج ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے مغربی اثرات بھی قبول کئے، سنسکرت کی بگڑی ہوئی صورت، اپبھرنش، یا پراکرت، کہلاتی ہے جب ہندوستان میں سنسکرت کو زوال ہوا تو نوشت و خواند، دربار و بازار، نیز دوسری ضروریات میں سنسکرت کی جگہ پراکرت نے لے لی، اور ہر جگہ پراکرت کی گرم بازاری ہوئی، گوتم بدھ نے اپنے وعظ و تبلیغ کا ذریعہ بھی پراکرت (پالی) کو قرار دیا اور اس سے اس کو حد درجہ کامیابی ہوئی،، مہاراجہ اشوک کے نصب کردہ مینار اور کتبے پالی زبان میں ہیں،، یہ امر مسلم ہے کہ مختلف علاقے اپنے ماحول و حالات کی بناء پر مختلف لب و لہجہ اور روایات و خیالات کے مالک ہوتے ہیں لہذا پراکرت بھی برصغیر ہند میں مختلف ناموں سے پکاری جانے لگی، جیسے سورسینی، مگدھی مہاراشٹری، گجراتی، داراجاری، وغیرہ اور مدت کے استعمال سے ان کی صورت بدلتی رہی اور ان سے مشتق ہو کر ہر علاقے کی مقامی زبانیں مرتب ہوئیں اور آج بھی شاخیں علاقائی تقسیم کی بنا پر بنگالی، پنجابی سندھی، گجراتی، تامل، مرہٹی، ناموں سے موسوم ہوگئیں دہلی، متھرا، اور آگرہ کے علاقہ کی خود بولی پراکرت (جس کو برج بھاشا بھی کہتے ہیں) مسلمانوں کے اثر سے اردو زبان کے نام سے موسوم ہوئی اور عربی فارسی الفاظ کا ہندی میں روز بروز شامل ہونا اردو کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا رہا، چنانچہ تلسی داس، سور داس، ملک محمد جائسی، رحیم خان رس خان، قطبن اور حامد جیسے ہندی کے بلند پایہ شعراء کے کلام میں اردو کے الفاظ کا ایک معتد بہ حصہ موجود ہے جو کہ اردو کی تدریجی ترقی پر روشنی ڈالتا ہے، حضرت امیر خسرو کی نظموں کے بعض جملے بالکل آج کی اردو سے ملتے جلتے ہیں کسی کو معلوم نہ تھا کہ ایک زمانہ میں یہی زبان ملک کی عام زبان ہوگی، یہاں ایک لطیف کیفیت کی طرف ہمیں ذرا غور کرنا ہے جس سے ایک متنازعہ فیہ مسئلہ کے حل میں مدد ملیگی، پراکرت اور عربی و فارسی کے میل جول سے ملک میں ایک نئی زبان جنم لے رہی تھی اور اس نے مختلف علاقوں کے لب و لہجہ اور رسم الخط اور ماحول کے تحت ان علاقوں میں مختلف صورت اختیار کی اور اس طرح لسانی تبدیلی برابر ہوتی رہی، چنانچہ اسی بناء پر مختلف علاقے کے ادیب اپنے اپنے علاقوں سے اردو کی ابتدا قرار دیتے ہیں، انجمن ترقی اردو کے اجلاس منعقدہ بہاولپور میں فاضل محقق نے اردو کی ابتداء کا سہرہ سندھ کے سر باندھا ہے، اس میں شک نہیں کہ اردو اور سندھی ایک دوسرے کے بالکل قریب اور دونوں سگی بہنیں ہیں، مگر مدت کی جدائی نے دونوں میں یہ تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ ایک نے سلاست و روانی رنگینی و چاشنی کا جامہ پہن کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا تو دوسری نے اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھ کر اپنی وضعداری کا ثبوت دیا،،

یہ حقیقت ہے کہ سندھ کا ساحل محمد بن قاسم سے قبل ہی لسانی تبدیلی کا شکار رہا ہے کیونکہ عرب تاجر و ملاح یہاں سے گذرتے تھے اور عربی کے کچھ الفاظ اپنی یادگار چھوڑتے تھے، لیکن فتح سندھ کے بعد تو باشندگان سندھ کی دنیا ہی بدل گئی، ملک و زبان اور رسم و رواج کی کایا پلٹ ہوگئی، سندھیوں نے ٹوپیوں کی بجائے پگڑیاں باندھنی شروع کر دیں، کھجوریں بوئیں اور گھوڑے کی سواری کو قابل فخر سمجھا، اور عربی رسم الخط سیکھا، سندھی کا ایک قلیل الاستعمال رسم الخط خداداری کہلاتا ہے جو کہ ہندوؤں تک محدود رہا، سندھی میں ہزاروں عربی الفاظ جذب ہوگئے، باوجودیکہ سندھیوں نے عربی رسم الخط کو اپنا لیا مگر بعض الفاظ کو سابقہ سنسکرت لہجہ میں رکھا، ہندی ورن مالا (حروف تہجی) دو حصوں میں تقسیم ہے، اول سر یعنی اعراب۔ دوسرے وینجن (حروف مفرد)، مفرد حروف میں تین نون ہیں جو کہ چار چار حروف کے بعد واقع ہوتے ہیں اور ان ہر چہار حروف کے ساتھ ان کے ساتھ والا نون

ہی لکھا جائیگا۔ دوسرا نہیں، چنانچہ یہ اثر آج
بھی موجود ہے ایک کا تلفظ نون ہے اور دوسرے
کا تلفظ لونڑ ہے، یعنی نون کے اندر یہ نشان
(ط) لکھ دیا جاتا ہے، ہندی کے وہ مرکب الفاظ
جو اردو میں ہائے دو چشمی کے ساتھ لکھے جاتے ہیں
سندھی زبان میں اس مشکل کو اس طرح حل کیا گیا
ہے کہ اصل حرف پر دو نقطے مختلف صورتوں میں
اور لگا دیئے جاتے ہیں اور اس طرح ٹھ تھ یا
بھ، پھ کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور اسی طرح ڈ
اور ڈ کی دقت کو رفع کیا گیا ہے،،

چند عربی فارسی کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے کہ سندھی
میں ان کی شکل کس طرح بدل گئی ہے، مثلاً چند
الفاظ، لبصل، لط، حجام، سیب، اور قزاق ہیں
جن کو سندھی زبان میں مغائرت لب و لہجہ اور تواتر
استعمال کی بناء پر، لیھر، بدک، حج، صوف، اور
کزاک، بولتے ہیں، بعض تبدیلیاں بڑی لطیف
ہیں مثلاً نگاڑا کی ثقالت صوتی کو ہلکا کرنے کے
لئے نغارا، بنا دیا ہے،

عربی کے ہزاروں الفاظ سندھی میں
موجود ہیں جن کی وجہ سے اردو اور سندھی میں
اور بھی قربت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ ایسے الفاظ
کی ایک مختصر فہرست پیش کیجاتی ہے جو کہ ہر خواندہ
پڑھا اور بے پڑھا سندھی عام طور پر استعمال کرتا
ہے اگرچہ پراکرت میں اس کے مترادف الفاظ
موجود ہیں مثلاً جبل، عبادت، انسان، حساب
کتاب، دنیا، ادب، حاضر، تفاوت، اقوام،
عزت، مدد، بیضہ، فرش، شمع، مسجد،
خیرات، فقیر، حوض، عورت، زال، نصیحت
صلح، شے، قلم، اثر، لذت، غضب، وغیرہ،
اس فہرست میں جبل (پہاڑ) تفاوت (فرق)
بیضہ، انڈا، شے (چیز) کلک فارسی (قلم) ایسے
پامال شدہ الفاظ ہیں کہ جن کو بیدھڑک استعمال
کیا جاتا ہے۔"

یہ سندھی زبان کا وہ پہلو پیش کیا گیا
ہے جس پر عربی کا اثر تھا اب ہمیں اس
حیثیت پر نظر کرنا ہے کہ سندھی زبان کے
وہ الفاظ جو پراکرت سے مشتق ہیں آج سندھی
میں کس صورت سے موجود ہیں، اگر اس پہلو
سے نظر کیجائے تو واقعہ یہ ہے کہ سندھی اور
اردو میں بہت کم فرق رہیگا، اس میں شک
نہیں کہ اردو میں یہ الفاظ تواتر استعمال سے
اس قدر صاف اور شستہ ہو گئے ہیں کہ جس سے
زبان میں شیرینی، اور گھلاوٹ بدرجہ اتم موجود
ہے مگر سندھی کے الفاظ اپنے ماخذات سے
اس قدر قریب ہیں کہ اصلی کرختگی اور سختی بعینہٖ
موجود ہے اور جن پر پراکرت کی چھاپ اور
سنسکرت کا ٹھپہ صاف دکھائی دیتا ہے
بعض الفاظ پر غور کیجئے، سندھی میں مانڑو
(سندھی املا، ماڻو) عام لفظ ہے جو آدمی کے
لئے بولا جاتا ہے جو سنسکرت لفظ منشیہ ( )
سے بگڑا ہوا ہے، سندھی ہاتھ کو ہتھ کہتے
ہیں جس کی اصل سنسکرت ( ) ہے
پاؤں کو سندھی میں پا، کہتے ہیں جس کی
سنسکرت ( ) ہے اونٹ کو اُٹھ کہتے
ہیں، جس کی سنسکرت اصل ( ) ہے
بھیک کو سندھی میں بھک کہتے ہیں جس
کی اصل بھکشا ( ) ہے سندھی خون
کو رَت کہتے ہیں جس کی سنسکرت اصل (
) ہے، سندھی میں چاند کو چند کہتے ہیں
جس کی سنسکرت اصل چندر ( ) ہے
ایک لفظ بڑا دلچسپ ہے، سندھی عام طور
سے خدا کو دھنی، (سندھی املا دھڻي)
کہتے ہیں، جو کہ خدا کا صفاتی نام ہے اور
مالک الاملاک کا ترجمہ ہے، سنسکرت میں
دھن، ملک کہتے ہیں، اور دھنی صاحب ملک
کو یا مالک الاملاک کو کہتے ہیں اور لطف کی بات
یہ ہے کہ بطور بزرگی کے لفظ تعالیٰ کا اضافہ کر کے
سنسکرت عربی کا ایک نیا لفظ وضع کیا گیا ہے
اور کثرت سے سندھی (دھنی تعالیٰ) کا لفظ
استعمال کرتے ہیں، سندھی کا دوسرا لفظ سائیں
ہے جو کثیر الاستعمال ہے جس کی سنسکرت اصل
سوامی ہے،، جو کہ جناب یا آقا اور کبھی کبھی
خدا کے لئے بھی بولا جاتا ہے، سندھی کا ایک
لفظ ادا ہے جو بھائی کے معنی میں بولا
جاتا ہے یوپی میں بھی کہیں کہیں یہ لفظ اسی
معنی میں استعمال ہوتا ہے اور لفظ دادا
یا ددا کو کثرت سے بھائی کے معنی میں استعمال
ہوتا ہے،

رشتہ کے دوسرے الفاظ بھائی، بہن، ماں
باپ، چچا، چچی، ماموں، ممانی، وغیرہ کے لفظوں
پر غور کیا جائے تو اس میں اکثر الفاظ اپنی
سنسکرت اصل سے زیادہ نزدیک ہیں، سندھی
میں بھائی کو بھاؤ کہتے ہیں جبکہ سنسکرت بھراتا
( ) ہے، سنسکرت میں باپ کو پتر اور سندھی
میں پی کہتے ہیں، سنسکرت میں بیٹے کو پُتر
( ) ہندی میں پوت اور سندھی میں پٹ
کہتے ہیں، سندھی میں ماں کو ماتر ( ) ہندی
میں ماتا اور سندھی میں موسی کہتے ہیں، غرض
اس قسم کے ہزارہا الفاظ ہیں جن پر غور کیا جائے
تو نہایت دلچسپ موضوع ہیں،

اب کچھ وہ الفاظ لکھے جاتے ہیں جن میں اردو
اور سندھی میں خفیف سا فرق ہے، کھٹ، کھاٹ
مٹ (مٹکا)، نتھ، (نتھنی)، ہتھ، (ہاتھ)

آٹھ (آٹھ) ڈھ (دس) ست، (سات) ادھ، (آدھا) پھل (پھل) ڈھک (ڈھکن) پگ (پگڑی) گھوڑو (گھوڑا) ناگ (سانپ) ہر (ہل) سمورا (سارا) گھنے (بہت) اگ (آگ) مکڑ (مکڑی) کن (کان) پن (پتا) گا با (گائے) آنا (انڈا) بھت (دیوار) چھپت (چھت) ٹھڈ (ٹھنڈا) اٹ (اونٹ) بُکھ (بھوک) بھک (بھیک) ننڈ (ننھا) پانڑی (پانی) موری (مولی) اگھارا (ننگا) مکھ (مکھی) ویر (بہادر) جوت (روشنی) بیوہ (بیوہ) اناج (اناج) بھاجی (ترکاری) سج (سورج) چند (چاند) نہارنا (دیکھنا) کم (کام) واٹ (راستہ) یہ فہرست بھی کافی طویل ہو سکتی ہے مگر بطور نمونہ یہ چند الفاظ لکھے جاتے ہیں،

فارسی میں مصدر کے آخر میں تن تا دن ہوتا ہے اسی طرح سندھی زبان میں سنسکرت مادہ کے آگے ن بڑھا کر مصدر بنتا ہے، اگر ذرا لہجہ کی تبدیلی کر کے اس کے آگے الف اور بڑھا دیا جائے تو اردو کا مصدر بن سکتا ہے مثلاً مرن، (مرنا) سمجھن (سمجھانا) ڈیکھارن (دکھانا) سمھن، (سونا) اٹھن (اٹھنا) ابھرن (ابھرنا) چن (آنا) ٹمکن (ٹمٹمانا) چمکن (چمکانا) ڈسن (دیکھنا) رکھن (رکھنا) لیکن سندھی میں مصدر کے آخر کے نون کا تلفظ ڑ سے پورا کیا جاتا ہے،

فارسی میں دودھ کو شیر کہتے ہیں، سنسکرت میں اور ہندی میں چھیر بولا جاتا ہے، سندھی میں اس کی صورت کھیر ہو گئی ہے، اردو میں کھیر شیر برنج یا دودھ میں پکے ہوئے چاولوں کو کہتے ہیں جس میں غالب حصہ دودھ کا ہوتا ہے، کراچی کا ایک مشہور بس سٹینڈ تین ہٹی ہے، جہاں سے تین راستے جہانگیر روڈ، پیر الٰہی کالونی، اور لارنس روڈ، کو جاتے ہیں، تین ہٹی تراہے کو کہتے ہیں، سندھی میں ہاٹ دوکان کو کہتے ہیں اور اسی رعایت سے تین ہٹی نام پڑا

سندھی میں اسم مفعول کے آخر میں عام طور سے یل کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے گذریل (گذرا ہوا) لکھیل (لکھا ہوا) پڑھیل (پڑھا ہوا) لگایل (لگا ہوا) اور کبھی کبھی اسم کے آخر میں ل لگا کر اسم تصغیر بنایا جاتا ہے جیسے چھوٹے سے (چھٹل) بچے سے بچل اور پیار سے پریل وغیرہ وغیرہ،

جمع ہمیشہ ہندی طریق پر ن، ین، ون کو واحد اسم پر بڑھا کر بنائی جاتی ہے حتیٰ کہ عربی الفاظ تک کی جمع سندھی میں اسی طریقہ سے بنائی جاتی ہے اور صفت کی جمع بھی اس طور سے بنتی ہے، جیسے شے سے شین، موقعہ سے موقعن، شاگرد فارسی سے شاگردن، حالت سے حالتن، گھوڑے سے گھوڑن، ننڈھے سے ننڈن، وڈے سے وڈن، وغیرہ وغیرہ،،

ضمائر شخصی و اشاری بالکل اردو سے ملتے جلتے ہیں،، ہٹی، یہ، ہو (وہ)، انھن (ان) ماں (میں)، توں (تو)، تواں (تم) وغیرہ وغیرہ افعال ناقصہ آہے (ہے) آہن (ہیں) ہیو (تھا)، وغیرہ اردو میں علامت اضافت کا، کی، کے، نا، نائی، نے اور را، ری، رے، ہیں، مگر سندھی میں جا، جی، جے، ہیں، جو اسماء و ضمائر میں استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی لفظ جو بھی اس مقصد کے لئے استعمال ہوتا ہے، مثلاً احمد جا گھوڑو (احمد کا گھوڑا) اور تہنجی پگ (تیری پگڑی) وغیرہ،

سندھی کا حرف عطف جو کہ اور کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۱ ء ہے جو کہ سنسکرت کے لفظ اتھوا سے مشتق ہے، حروف جار (میں) ساں، ساتھ (کہاں)، (سے) پوء (پھر) ڈے (ادھر)، کڈھے (کدھر) اہڑا (ایسا)، جیہڑا (جیسا)، کیہڑا (کیسا)، وغیرہ اردو سے قریب ہیں سندھی میں گنتی اردو سے ملتی جلتی ہے صرف لب و لہجہ کا فرق ہے، سندھی میں ہفتہ کے دن کو چھنچھر (سنیچر) آچر (اتوار) سومر (سوموار) منگوار (منگل) بڈھ (بدھ) وسپت (برسپت) وغیرہ ہندی تلفظ اور لب و لہجہ کے حامل ہیں،،

غرضکہ سندھی زبان کا ایک سا جائزہ اس بات کی طرف دلالت کر رہا ہے کہ اردو زبان اور سندھی زبان ایک دوسرے سے قریب تر ہیں دونوں ایک ہی ماں کی بیٹیاں ہیں مدت کی جدائی نے یہ مغائرت پیدا کر دی تھی جو آج ختم ہو رہی ہے اور آج مملکت پاکستان میں اردو لسانی وحدت کے حیرت انگیز مظاہرے کر رہی ہے، اندرون سندھ میں مہاجرین کی سکونت نے اور بھی ایک نیا انقلاب پیدا کرنا شروع کر دیا ہے، سندھی زبان میں اردو کے ہزارہا الفاظ آئے دن شامل ہوتے جا رہے ہیں، سندھیوں کے شہری طبقہ کے علاوہ دیہاتی طبقہ بھی نہ صرف آج مہاجرین سے اردو میں گفتگو کرتا ہے بلکہ بعض اوقات تو آپس میں بھی اردو بولنے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح یہ لسانی مغائرت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے سندھ میں اردو کا مستقبل روشن سے روشن تر نظر آ رہا ہے، اگر ایک طرف سندھیوں کا تعلیم یافتہ طبقہ غالب، اکبر الہ آبادی، اور اقبال کی شاعری سے دلچسپی لے رہا ہے تو دوسری طرف مہاجرین بھی حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں

حضرت مولانا حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے حالات ان کے ایک مرید حکیم ضیاء الدین صاحب مرحوم و مغفور نے "رسالہ مونس بجر بار ال" میں تحریر فرمائے تھے، مذکورہ رسالہ "مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ" میں محفوظ ہے افسوس ابھی تک شائع نہیں ہوا، احقر کو ان کے حالات باوجود تلاشِ بسیار کے نہیں ملے، تاہم جو کچھ لکھ رہا ہوں مضمون کی مناسبت سے کافی ہے"

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ——— (محمد اقبال قریشی)

حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحب شہید علیہ الرحمۃ کا اصلی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے آپ صاحب نسبت کامل ولی اللہ تھے

حضرت میاں جی حافظ نور محمد جھنجھانوی قدس سرہ کے مرید باصفا اور خلیفہ مجاز تھے "بڑے صاحب فضل و کمال اور کشف و کرامات تھے، مگر تواضع کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی پاس آتا تو فرماتے کہ بھائی اگر تجھے مسئلہ پوچھنا ہے تو (حضرت مولانا الشیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرکے) وہ بیٹھے ہیں، اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو (سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی طرف اشارہ کرکے) وہ بیٹھے ہیں، اور اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ"

——— (ارواح ثلاثہ ص ۲۵ م ۲)

صف خانہ داری اہل وعیال سے مستغنی اور نہایت آزاد رہتے تھے" گویا مکر دنیا پاس نہ پھٹکا تھا۔ دانائے عصر اور علمائے زمانہ میں ہر ایک آپ کا مخلص اور منقاد تھا، ہر وقت عشق الٰہی میں سرشار و مست رہتے تھے دل کی کیفیت ... مبارک سے ظاہر ہوتی تھی، محبت الٰہی کا ... شریف پر ہر آن ظہور تھا،

——— بیس بڑے مسلمان ص ۱۵۰

پیر و مرشد سے محبت

حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحبؒ کو اپنے شیخ سے اتنی محبت تھی کہ حضرت میاں جیوؒ کے ہمراہ جوتا بغل میں لیکر اور توبرہ گردن میں ڈال کر جھنجھانہ شریف جاتے تھے، ان کے صاحبزادو کے سسرال بھی وہیں تھے، لوگوں نے کہا اس حالت میں جانا مناسب نہیں ہے وہ لوگ حقیر سمجھ کر کہیں رشتہ نہ توڑ ڈالیں، فرمایا رشتے کی ایسی تیسی! میں جب تک جیوں گا اپنی یہ حالت ہرگز نہ چھوڑونگا

——— (ارواح ثلاثہ ص ۲۶ م ۲)

حضرت مولانا مہاجر مکیؒ کی نظر میں

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اپنے خواجہ تاش حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں"

عالم و زاہد ولی اہل مقام، متقی و پارسا نیک نام

یعنی ہیں حافظ محمد ضامنؒ اب، فیض کی طالب ہے جن سے خلق سب

——— مجموعہ کلیات امدادیہ ص ۱۰۱

شہادت

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں تھانہ بھون اور شاملی کے معرکہ میں شریک رہے اور اسی معرکہ میں زیر ناف گولی لگی اور شہید ہوگئے، شہادت کا کشف پہلے ہی ہو چکا تھا، شہادت کے دن زیب و زینت سے دولہا بن کر غسل کرکے اور سرمہ لگا کر نکلے اور ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ کو ظہر کے وقت شہادت پائی "شہادت مرشد ہادی" سے تاریخ نکلتی ہے، شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے مرثیے لکھے جس سے آپ کا کمال مرتبت ظاہر ہے"

حضرت شیخ تھانویؒ سے محبت

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سپاہی، منش، اور نہایت خوش مزاج آدمی تھے مجھ سے کمال الفت فرماتے تھے"

ارواح ثلاثہ ص ۷ م ۲، واضح ہو کہ حضرت حکیم الامتؒ اس وقت بچے تھے"

ملفوظات

بروایت حکیم الامت تھانویؒ

ذکر اللہ کا ثمرہ مقصود بہر حال حاصل ہے

فرمایا کہ جو شخص لذات کا طالب ہے وہ حق تعالیٰ کا طالب نہیں کیونکہ لذت عین حق تو نہیں ہے پس عاشق صادق وہ ہے جو حق کا طالب ہو نہ احوال کا

(نوٹ: یہ تینوں "اقطاب ثلاثہ" خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں تشریف رکھتے تھے اور خانقاہ مذکورہ دوکان معرفت کہلاتی تھی"

زسواجیہ کا کیونکہ یہ باتیں نہ موعود ہیں نہ لازم ہیں کبھی ہوتی ہیں کبھی نہیں ہوتیں، اس لئے ان کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے توجہ صرف اس چیز کی طرف ہونی چاہئے جو بوجہ موعود ہونے کے مرتب ہوتی ہے وہ کیا ہے توجہ حق الی العبد، چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمہ اللہ اسی کی نسبت فرماتے تھے کہ ہمارا مقصود تو ذکر ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں، فاذکرونی اذکرکم" یعنی تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا" یہ ایسا ثمرہ ہے کہ جس میں بوجہ وعدہ کے کبھی تخلف ہی نہیں ہوا کرتا، یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو اس لئے یاد کیا کریں کہ وہ ہمیں یاد کیا کریں گے اس کے سواجیات دنیا میں کسی اور ثمرہ کے طالب نہ ہوں، باقی اصل ثمرہ یعنی رضاء و دخول جنت وہ تو آخرت میں ہی ہو گا بس اور کیا چاہئے ایسا شخص جس کا یہ مطلوب ہو وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا، یہ ہے حقیقت مقصود سلوک کی مگر ہم اس میں بدون اتباع ہوئی کئے ہوئے نہ رہے۔" الہدیٰ والہدیٰ ص ۲۳

نیک صحبت کا اثر

فرمایا: قصبہ رام پور کے ایک رئیس حضرت حکیم ضیاء الدین صاحبؒ حضرت حافظ صاحب شہیدؒ کے مرید ہو گئے، ان کے اور حضرت حاجی صاحب رحؒ کی خدمت میں آنے جانے لگے، ان کے فیض صحبت سے حالت بدل گئی، دنیا کی طرف سے بے رغبتی اور آخرت کی جانب رغبت پیدا ہو گئی، ان کے باپ کے پاس ایک دفعہ کچھ گنوار آئے اور کہنے لگے تمہارے بیٹے کا بڑا افسوس ہے فقیر ہو گیا وہ بولے خیر بھائی تو ایک گنوار کیا کہتا ہے، اجی بری صحبت ایسے ہی ہوئے نجھی تو بڑے بوڑھے بری صحبت سے منع کریں، دیکھو نہ بگڑ گیا فقیر ہو گیا، تو گویا بے وقوفوں نے دینداروں کی صحبت کو بری صحبت سمجھا،" (استغفر اللہ)

ان ہی حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کا واقعہ ہے کہ کوئی جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، اس کی حالت بدلنے لگی، ایک بار اس کا باپ حاضر ہو کر نہایت بے باکی سے کہنے لگا کہ جب سے میرا بیٹا آپ کے پاس آنے لگا بگڑ گیا ہے، حضرتؒ بڑے جلالی تھے، فرمایا اپنے بیٹے کو ہمارے پاس نہ آنے دو، روک دو، ہمارے پاس جو آئیگا، ہم تو اسے بگاڑینگے ہی جس کو غرض ہو اور بگڑنا چاہے وہ لاکھ دفعہ ہمارے ہاں آئے، ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے ہم نے تو اپنے پیر سے بگاڑنا ہی سیکھا ہے اجی! جو بگڑنے سے ڈرے وہ ہمارے پاس آوے ہی کیوں، ایسے کے پاس جاوے جسے سنوارنا آتا ہے لوگ کیوں ہمارے پاس بگڑنے آتے ہیں ہم کسی کو بلانے نہیں جاتے"۔

طریق القلندر لطریق السمندر ص ۳۹، فضائل العلم والخشیۃ ص ۵۵)

جنم روگ

فرمایا: ہمارے حضرت حافظ ضامن صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ایک شخص سے پوچھا تھا کہ آپ کا لڑکا کیا پڑھتا ہے، کہا قرآن حفظ کرتا ہے فرمایا: ارے اس بیچارے کو کیوں جنم روگ لگا دیا، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مزاح بہت تھا اس لئے گفتگو کے عنوان ایسے ہوا کرتے تھے، مگر حقیقت اس کی یہ تھی کہ حفظ قرآن مجید ایک معمولی کام نہیں ہے ساری عمر اس میں لگا رہے تب تو محفوظ رہتا ہے ورنہ بہت جلد حفظ سے نکل جاتا ہے (الرحیل الی الخلیل ص ۲۴۳)

مجاہدہ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا

فرمایا: حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید قدس سرہٗ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت بارہ تسبیح بتلا دیجئے، حضرت خفا ہو کر فرمانے لگے کہ واہ ساری عمر تو یہی شے حاصل ہوئی یہی تجھے بتلادوں میاں جس طرح ہم کو ناک رگڑ کر ملی ہے، اسی طرح تم ناک رگڑو، جی چاہے گا تو بتلا دیں گے تم چاہتے ہو مفت سفت میں دولت حاصل ہو جائے، دیکھو اگر کسی تاجر کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایسا طریقہ بتلاؤ کہ دس روپے روز آجایا کریں تو وہ یہی کہیگا کہ میاں تم احمق ہو، کام کرو، ہم سے اصول تجارت سیکھو، ہماری خدمت کرو، اور خدا تعالیٰ پر نظر رکھو، اس کے بعد تجارت کرو، دیکھو اللہ تعالیٰ برکت دینے والے ہیں، بتدریج مال دار ہو جاؤ گے۔۔ اسباب الفضائل بعینہٖ فضائل دینیہ بھی بدون بزرگوں کی صحبت میں رہے اور مجاہدہ کئے بغیر گھر بیٹھے حاصل نہیں ہو سکتے، عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے صحیح فرمایا ہے

مئے ملی نہیں یوں ہی دل جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں ہیں کسی کو مفت دوں مئے مری مفت کی نہیں

اس لئے ہمیں حتی المقدور بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مستفید و مستفیض ہونا چاہئے، کیوں کہ

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اتباع سنت میں ہر امر میں اعتدال آتا ہے

فرمایا: حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں

بارادہ بیعت آیا، حضرت نے فرمایا کچھ دنوں کھانا کم کھایا کرو، تب بیعت کریں گے، ایک ہفتہ کے بعد وہ شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت اگر حکم ہو تو روزہ رکھ لوں، مگر یہ تو بڑی مشکل ہے کہ سامنے مزے دار حلال طیب کھانا موجود ہو پھر کم کھاؤں"۔

حضرت نے فرمایا! بس اسی منہ سے کہتے ہو کہ اللہ کا نام لوں گا، اتنا بھی نہیں ہو سکتا، صاحبو! سنت کا اتباع اسی لئے لوگوں کو ناگوار ہے کہ اس میں ہر امر میں اعتدال ہے اور یہ نفس کو بھاری اور کٹھن ہے، اور منشاء اس ناگواری کا یہ ہے کہ نفس یہ چاہتا ہے کہ آزادی ہو، اور نیز شہرت کے لئے اپنے حظوظ کو بالکلیہ ترک کر دینا تو اس لئے آسان ہے کہ اس میں آزادی ہے اور مخلوق کی نظروں میں بڑائی ہے کہ فلاں درویش کھانا نہیں کھاتے، اتنے برسوں سے انہوں نے کھانا چھوڑ دیا ہے، اور اعتدال دشوار ہے اس میں شہرت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں صوتًا امتیاز نہیں ہوتا"۔

(التکشف ص ۲۰)

ماہانہ مجلس ذکر

انشاء اللہ حسب سابق ماہانہ مجلس ذکر جامعہ مسجد خضراء، سمن آباد لاہور میں ۶ اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار بعد از نماز مغرب زیر صدارت حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور دامت برکاتہم منعقد ہوگی: دعوت عام ہے۔

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے!

عبد الواحد بیگ مرحوم پینٹر، — (ملتان)

ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور لعنت کے معنی رحمت سے دور ہونا، تعجب ہے کہ مسلمانوں کو گناہ سے نفرت ہی نہیں رہی،

ذاتی مفاد کی خاطر زندگی کے ہر شعبہ میں جھوٹ کو روا سمجھ لیا گیا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ بھی جھوٹ بولنے والوں کی معذوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جھوٹ کو سچ کے برابر قرار دیدے گا،

جھوٹ بولنا ہر زبان اور تمام دنیا کے باشعور لوگوں نے بدترین فعل قرار دیا ہے تمام مذاہب کے نزدیک جھوٹ بولنا گناہ عظیم ہے، اگر کوئی فرقہ جھوٹ بولنے کو عبادت قرار دیتا ہے اور عبادت بھی اس درجہ کی کہ دین کے دس حصے ہیں، اور ان میں نو حصے جھوٹ کے ہیں اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو جھوٹ نہ بولے وہ بے دین ہے، بے ایمان ہے اور انبیاء کا دین یہی ہے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے،، (نعوذ باللہ من ذالک)

(علی کا کوڑا ص ۵۲ سوال نمبر ۹۳) کراچی

راقم الحروف کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ اگر کوئی آوارہ مزاج عورت اور بدکار مرد رنگ رلیاں مناتے ہوئے موقعہ پر پکڑے جائیں تو ابتدائی کاروائی سے ہی ان کے لواحقین انہیں سزا سے بچانے کے لئے طرح طرح سے جھوٹ گھڑنے لگ جاتے ہیں کبھی عورت کو کرایہ دار ثابت کیا جاتا ہے اور کبھی اس کے حقیقی خاوند کو الزام دیا جاتا ہے کہ وہ عورت سے بدکاری کرا کر اس کی کمائی کھاتا ہے، وغیرہ فیملی کورٹس میں تنسیخ نکاح کے مقدمات میں الزامات کی نوعیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، جب کبھی کسی محلہ میں کوئی اخلاق سوز واردات ہوتی ہے تو پولیس کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اسے سچی گواہی دینے والا ایک بھی آدمی میسر نہیں آتا، مجرم کو کیفر کردار تک پہنچوانے کی بجائے آزاد کرانے کی بھرپور جد و جہد شروع ہو جاتی ہے رشوت اور سفارش کے تمام حربے آزمائے جاتے ہیں اگر اتفاق سے کوئی عینی شاہد گواہی کے لئے تیار بھی ہو تو اسے لالچ یا خوف دلا کر بٹھا دیا جاتا ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ مجرم انصاف کا منہ چڑاتا ہوا محلہ میں دندناتا پھرتا ہے چند روز حالات کی ہوا کھا کر اس کا حوصلہ بلند ہو جاتا ہے اور بقول نہ بڑھتا ہے ذوق جرم یاں ہر سزا کے بعد،، کا مصداق بن جاتا ہے

یہ سب جھوٹ کا کھیل ہے، اگر ریڈیو، ٹی وی، اور اخبارات کے ذریعہ سے جھوٹ کی مذمت اور سچ کی فضیلت و اہمیت و افادیت کے مسلسل تذکرے اور مواعظ جاری کئے جا سکیں تو امید ہے کہ اصلاح معاشرہ کی ایک گونہ ضرورت پوری کی جا سکتی ہے،

غرض ،، جھوٹ تمام [illegible] ہے)

ہنسی مذاق اور اسلامی تعلیمات

حافظ کمال الدین جامعہ اسلامیہ، مسلم آباد، لاہور

اے ایمان والو! کسی کے ساتھ ہنسی مذاق اور مسخرہ پن نہ کرنا، کیا معلوم ہے کہ جس سے مسخری کی جارہی ہے وہ اس سے اچھا ہو، پھر اسکا خمیازہ بھگتنا پڑیگا جو نہایت سخت ہوگا، ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ، اللہ تعالیٰ نہیں حکم کرتا بیحیائی کا بلکہ وہ تو نیک عملوں کا حکم کرتا ہے،

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک دو کیا ہم نے تجھ سے دکھ دینا اور ٹھٹھا کرنا اور مسخری کرنا، حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس سے لوگ ہنسیں اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ میں ڈالیگا، مسجد میں ہنسنے سے قبر میں اندھیرا ہوتا ہے، جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے خدائے تعالیٰ بالائے عرش سے لعنت بھیجتا ہے، جو شخص دنیا میں بہت ہنسیگا وہ آخرت میں بہت روئیگا اور جو دنیا میں بہت روئیگا وہ آخرت میں بہت ہنسیگا،

جو شخص زیادہ ہنستا ہے اسکا وقار نہیں رہتا، قہقہہ مار کر ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے، جو بے تحاشا ہنستا ہے وہ علم سے درگذر تا ہے

کسی صحابی کا قول ہے کہ ہر شے کی پلیدی ہے اور پلیدی زبان کی فحش بکنا ہے،

فحش اور بیہودہ بکنے والا طعن اور لعنت کرنے والا مؤمن نہیں ہوتا،

فحش ایسی گفتگو ہے کہ جس کے سننے سے عوام کو ہنسی آئے اور کسی کو رنج پہنچے اور محض حظ نفس کے لئے ہو، فحش سننا اور بکنا اور کسی کی ہنسی اڑانا اور کسی پر پھبتی کسنا اور گالی گلوچ سے کسی کو یاد کرنا یہی فحش ہے، فحش بکنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں، اور یہ بہت بڑی خرابی ہے کہ گناہ میں دونوں برابر ہیں، کہ فحش بعض اوقات اسلئے بکا جاتا ہے تاکہ دوسرے سنیں اور خوش ہوں سننے والا کیوں ایسے مقام، جلسوں، مجلسوں میں شریک ہوا، چاہیئے کہ ایسی مجلس اور جلسوں میں ہرگز نہ جائے اور اگر راہ چلتے ہوئے بلا قصد سنے تو اس سے نفرت کرے، اسکو پسند خاطر نہ رکھے اور اپنے کو ملامت کرے تو وہ مستثنیٰ ہے، فحش بکنے اور سننے سے بچنے کے لئے یہ خیال کر لینا نہایت ضروری ہے کہ کاتبان اعمال (کراماً کاتبین، یعنی نیکی، بدی، لکھنے والے فرشتے جو ہر انسان کے دونوں مونڈھوں پر متعین ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھنے پر مامور ہے اور بائیں طرف والا برائیاں، انکی ڈیوٹی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک یہی لگائی ہے کہ یہ میرے بندوں کی نیکیاں اور برائیاں لکھتے جائیں تاکہ میں انکو قیامت میں سزا وجزا دوں) میرے کلمات لکھکر خدا تعالیٰ کی جناب میں پیش کرتے ہیں اور قیامت میں مجھکو ان کا جواب دینا ہوگا اس خیال کو جو مد نظر رکھیگا وہ فحش سننے اور بکنے سے بچیگا فحش سننا اور بکنا دونوں منع ہیں اور یہ باتیں معصیت ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہشت حرام ہوگی ایسے شخص پر جو فحش کلام کرے اور جو فحش گوئی کو دوست رکھیگا، تو اسکے منہ سے نجاست نکلیگی اور اسکی بدبو سے اہل بہشت گھبرا اٹھیں گے، جو کوئی فحش گوئی کریگا اسکا منہ کتے کی مانند ہوگا، بعض آدمی کسی سے بے تکلف ہو کر گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں اور اسکے جواب میں بھی گالیاں ہی سنتے ہیں یہ سخت عیب کی بات ہے اس سے بچنا چاہیئے، نیک بخت وہ ہے جو اپنی زبان کو فحش بکنے سے روکے خصوصاً غصہ کی حالت میں فحش تو فحش زبان درازی سے بدتر کوئی چیز نہیں اور بسیار گوئی میں تضیع اوقات ہوگی،،

حدیث میں ہے کہ جو اپنی زبان روکتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے قہقہہ مار کر ہنسنا منع ہے جس سے تمام دانت دکھائی دیے جاتے ہوں، یہ دل کو سیاہ کرتا ہے اور تبسم یعنی مسکرانا مضائقہ نہیں، اور ایسی گفتگو کرنا جس سے سامعین بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسیں اس پر دگنا عذاب ہے اور سامعین پر اکہرا، اور کسی پر پھبتی اڑانا یہ بھی فحش میں داخل ہے، اور کسی پر پھبتی سے نام اور رکھنا جو اس کا نام نہیں ہے جیسے کلو، کلوا وغیرہ اور کسی کو عزت نام سے دینا جو اس کے حسب حال نہیں ہے جیسے مولانا، پیر جی، صوفی جی، یہ سب امور قابل توجہ ہیں اور ان سے پرہیز کرنا لازم ہے جو نام اسکے ماں باپ کا رکھا ہوا ہے وہی لینا چاہیئے،،

ایک بزرگ نے عید کے دن لوگوں کو ہنستے دیکھا تو ارشاد فرمایا اگر روزہ ان کا قبول ہوا ہے تو یہ

(باقی ۲۸ پر)

مسلمان بھائی کو قرض دینا امر خیر بھی ہے اور حکم ربّی بھی ہے

اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو
قرض دینا بھی احسان کرنے میں داخل ہے اس
لئے اسے بھلائی کے چاہنے والو قرض دیا کرو
اس سعادت کے حاصل کرنے میں کوتاہی
نہ کیا کرو، اگر قرضدار مفلسی میں ہو تو اسکو
مہلت دو آسودگی تک،

حضور کا ارشاد ہے جس نے دیا ایک دینار
وعدہ مقررہ تک پس اسکے واسطے ہر روز
صدقہ لکھا جاتا ہے پس جبکہ آیا وعدہ مقررہ
اور نہ دیا اس نے پس واسطے اس کے مثل
صدقہ کے لکھا جاتا ہے، مومن آپس کی
امداد میں دیوار کی مانند ہیں پشت پناہ ہوتا ہے
ایک حصہ دوسرے کا قرض حسنہ بھی مومن کی
امداد میں شامل ہے، پس چاہئے کہ قرض دینے
میں دریغ نہ کرو، اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے اس پر
جو خریدتے وقت اور بیچتے وقت اور تقاضے
کے وقت نرمی کرے، حضور نے ارشاد فرمایا
کہ بہترین وہ شخص ہے جو کسی کو نفع پہنچائے
اور قرض حسنہ دینے سے دوسروں کو نفع پہنچتا
ہے اور قرض حسنہ دینے میں اس بات کا احتمال
نہیں ہے کہ جس کو دیا گیا ہے وہ غیر حاجتمند ہے
اور حاجتمند کی حاجت روا کرنا صدقہ دینے
سے بہتر ہے، اور جس نے صدقہ دیا اس نے
احکام قرآن شریف پر عمل کیا، اسکی بلا دور
ہوتی ہے اور جس کے لئے جنت لازمی ہے
اور راہ پل صراط کی اس پر آسان ہو گی، اور
قرض دینے میں حق بھائی کا ادا ہوتا ہے،
اور اسکے واسطے اجر عظیم ہے، حدیث کا
مضمون یہ ہے کہ جس شخص نے مہلت دی
قرضدار تنگ دست کو یا اسکو معاف
کر دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکو
اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دیگا، اور
نہ ہو گا اس روز سایہ سوائے عرش الٰہی کے
اور اس نے جواب دیا کہ میرے پاس نیکی نہیں
ہے سوائے اسکے کہ میں قرضدار کو مہلت
دیدیتا تھا اور نرمی کرتا تھا اور جو شخص مفلسی
کے سبب ادا نہ کر سکتا تھا اسکو معاف
کر دیتا تھا، پس داخل کیا اس کو جنت میں

حتی المقدور قرض لینے والے کو بھی چاہئیے
کہ وعدہ خلافی نہ کرے جس شخص سے جو وعدہ
کرے پورا کرے حدیث میں آیا ہے کہ جو
کسی سے لیوے اس ارادے سے کہ ادا کرونگا
تو خدا اس پر ادا کرنا آسان کر دیگا اور جو
اس ارادہ سے لے کہ خرچ کر ڈالونگا
اور ادا نہ کرونگا تو خدا اس پر تنگی ڈالیگا
اور وہ برباد ہو جائیگا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ جو کوئی قرض حسنہ دیگا اور سود نہ لیگا تو
اس کا بہشت میں اولیاء کا سا درجہ ہو گا

بقیہ : مجلسِ ذکر

مصیبت، تکلیف اور پریشانی او
اس قسم کے حالات اور پریشانی
اور اس قسم کے حالات پیدا ہو
جاتے ہیں تو اکثر لوگ پھسل
جاتے ہیں۔

دعا

اللہ تعالیٰ مجھے بھی
آپ کو بھی جب تک
دنیا میں زندہ رکھے دینِ حق پر
استقامت عطا فرمائے اور پھسلنے
سے بچائے، امراضِ روحانی سے
شفایاب ہو کر دنیا سے جانے
کی توفیق نصیب فرمائے۔ میری
طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں تھی۔
ایسی بے تُکی سی باتیں کر دیتا ہوں
اِن کے مجبور کرنے پر، ورنہ من
آنم کہ من دانم۔ میں سمجھتا ہوں
کہ میں گنہگار ہوں، اس قابل
نہیں کہ لوگوں کی اصلاح کی بات
کہوں۔ خود اصلاح کا محتاج ہوں۔
مگر آپ کے شوق اور آپ کے
ذوق کی وجہ سے چند کلمات کہہ
دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے
اِن کا ذریعہ نجات فرمائے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

وقفِ لازم کی نحوی و معنوی تشریح (۷)

مولانا قاری محمد تقی الاسلام مقیم ریاض (سعودیہ)

سورۃ طٰہٰ:- اسمیں وقف لازم دو جگہ ہے۔ نمبر (۱) **حدیث موسیٰ م** ہے۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اذ رأٰ ناراً جملہ جو اس کے بعد ہے اس کا اِذْ ھل اتاک کے لئے ظرف ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس وقت پہنچا ہے جب انہوں نے طور پر آگ دیکھی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں تھا اور موسیٰ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہاں جو اذ ہے وہ اذکر مقدر کا ظرف ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہنچا ہے اور یہ اس وقت پیش آیا تھا جب انہوں نے آگ دیکھی تھی،

(نمبر ۲) **علی عینی م** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اذ تمشی میں جو اذ ہے وہ لتصنع کا ظرف ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں اور تاکہ تم میری حفاظت میں اس وقت پرورش پاؤ جب تمہاری بہن تمہارے صندوق کے ساتھ چلی جارہی تھی، اور یہ بات ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا حق تعالیٰ شانہٗ کی حفاظت میں پرورش پانا صرف اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے " بلکہ ان کو حفاظت کی ضرورت ہر وقت ہے " اور علینی م پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ اذ، اذکر، مقدر کا ظرف ہے اور جملہ اذ تمشی مستانفہ ہے، اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ، تاکہ تم میری حفاظت میں پرورش پاؤ، اور میری نعمت یاد کرو کہ آپ کی بہن آپکے ساتھ چلی جارہی تھی اور وہ فرعون کے گھر والوں کو بتارہی تھی، کہ کیا میں تمہیں ایسی عورت بتادوں جو اس کو اچھی طرح محبت کے ساتھ پال سکے،

سورۃ المومنون:- اس میں وقف لازم دو جگہ ہے،

(۱) **یحافظون م** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ پانچویں والذین کا واؤ استینافیہ ہے اور والذین ھم علی صلوٰتھم سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے اور جملہ اولٰئک ھم الوارثون اس آخری والذین کی خبر ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ جو لوگ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث بنیں گے، اور یحافظون م پر وقف کرنے سے والذین کے واؤ کا عاطفہ ہونا اور اس جملہ کا اپنے پہلے جملوں پر معطوف ہونا واضح ہوجاتا ہے اور اس صورت میں اولٰئک ھم الوارثون کا تعلق ان چھ صفتوں کے ساتھ ہوجاتا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہیں اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ مذکورہ بالا چھ صفتوں والے مؤمنین جنت الفردوس کے مالک بنیں گے،

نمبر (۲) **من نخیل واعناب م** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ لکم فیھا فواکہ جو اس کے بعد ہے وہ اس **جنّٰت** کی صفت ہے جو اس سے پہلے آرہا ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ، پس ہم نے تمہارے لئے اس پانی سے کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ پیدا کئے جنہیں تمہارے لئے میوے ہیں بہت سے، پس میووں کا ذکر کھجوروں اور انگوروں کے تابع ہوکر آتا ہے مستقل طور پر نہیں آتا اور اعناب پر وقف کرنے سے بہت سے میوے بھی ایک مستقل نعمت شمار ہوتے ہیں اور معنی یہ ہیں پس ہم نے تمہارے لئے اس پانی سے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بھی بنائے، اور دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے لئے ان باغوں میں بہت سے میوے بھی ہیں، اس لئے ان کو بھی مستقل نعمت شمار کرکے خوش ہوجاؤ اور دل وجان سے شکر ادا کرو

سورۃ الشعراء:- اس میں وقف لازم صرف ایک جگہ ہے،

(نمبر ۱) **نبأ ابراھیم م** یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اذ قال لقومہٖ میں جو اذ ہے وہ واتل کا ظرف ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ، آپ ان لوگوں کو ابراھیم علیہ السلام کا قصہ اس وقت سنادیجئے جب ابراھیم علیہ السلام نے اپنے اباجان سے اور اپنی قوم کے لوگوں سے یہ سوال کیا تھا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو حالانکہ سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابراھیم علیہ السلام کے وقت میں ان کا قصہ سنانا محال ہے اور ابراھیم م پر وقف کرنے سے اذ کا اذکر مقدر کے لئے ظرف ہونا واضح

ہوجاتا ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ، اور آپ ان کو ابراہیم علیہ السلام کی خبر سنا دیجئے اور یہ خبر اس وقت ظہور میں آئی تھی جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اباجان اور اپنی قوم سے سوال کیا تھا

سورۃ القصص :۔ اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے ،،

(۱) مع اللّٰہ الٰھاً آخر ع۹ ، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ لا الٰہ الا ھو، جو اس کے بعد ہے وہ الٰھا کی دوسری صفت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ اللہ پاک کے ساتھ کسی اور ایسے معبود کو نہ پکارو جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یعنی ایسے معبود کو پکارو جس کے سوا اور معبود موجود ہو، اور اس سے توحید کی ممانعت اور شرک کی تعلیم نکلتی ہے جو قرآن مجید کے مقصد کے بالکل خلاف ہے اور آخر پر وقف کرنے سے جملہ لا الٰہ الا ھو کا مستانفہ ہونا واضح ہوجاتا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہ پکارو اور اسکی عبادت کرو کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود قطعاً نہیں ہے اور یہ عین توحید ہے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود قطعاً نہیں ہے

سورۃ عنکبوت :۔ اس میں وقف لازم تین جگہ ہے

نمبر (۱) فآمن لہ لوط م ع۳ ، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ وقال انی ؟ جو بعد ہے وہ فآمن پر معطوف ہے اور اس کی ضمیر لوط علیہ السلام کے لئے ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اور اس کے بعد ان لوط نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ، اور میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرلونگا اور دوسری جگہ چلا جاؤنگا، اور اس جگہ کو چھوڑ دونگا، اور لوط پر وقف کرنے سے وقال کے واؤ کا استینافیہ ہونا اور اس جملے کا مستانفہ ہونا اور قال کی ضمیر کا ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے ناراض ہوکر یہ فرمایا کہ میں یہاں سے ہجرت کرکے اپنے پروردگار کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف چلا جاؤنگا،،

(نمبر ۲) لبیت العنکبوت م ع۴ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ لو کانوا میں جو لو ہے وہ شرطیہ ہے اس سے پہلا جملہ لو کانوا کی جزائے مقدم ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ اگر وہ جانتے تو ان کو مکڑی کا گھر سب گھروں سے کمزور نظر آتا اور معلوم ہوجاتا کہ شرک والوں کا جو دوسروں پر سہارا ہے وہ نہایت کمزور ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ مکڑی کے گھر کا کمزور ہونا ان کے کمزور جاننے پر موقوف ہے حالانکہ اس کا لچر اور کمزور ہونا بالکل واضح ہے جو کسی کے جاننے پر موقوف نہیں ہے،،

اور لبیت العنکبوت م پر وقف کرنے سے جملہ لو کانوا کا مستانفہ ہونا اور لو کا شرط کی بجائے تمنی کے لئے ہونا واضح ہوجاتا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ لکڑی کا گھر سب گھروں سے کمزور ہے اور مشرکین کا سہارا قطعاً لے حقیقت ہے کیا خوب ہوتا کہ وہ اس حقیقت کو جان لیتے اور غیروں کو معبود نہ بناتے ، یہ تقریر بعینہ وہی ہے جو ولاجر الآخرۃ اکبر، نحل ع۶، میں گذر چکی ہے

(نمبر ۳) لھی الحیوان م ع۷ ، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اسکے بعد لو کانوا میں جو لو ا ہے وہ شرطیہ ہے اور معنی یہ ہوجاتے ہیں کہ اگر یہ جانتے تو ان کو معلوم ہوجاتا کہ آخرت والا اور پچھلا گھر جاندار اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے حالانکہ آخرت کا پائدار ہونا کسی کے جاننے پر موقوف نہیں ہے وہ ہر حال میں پائدار ہے کوئی جانے یا نہ جانے اور لھی الحیوان پر وقف کرنے سے لو کانوا کا مستانفہ ہونا اور لو کا تمنی کے لئے ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ بلاشبہ آخرت والا گھر جاندار اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے کیا اچھا ہوتا کہ یہ اس حقیقت کو جان لیتے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو پسند نہ کرتے،،

بقیہ ہنسی مذاق ....

پر ہنسنا کیسا یہ تو شکر گذاری کا مقام ہے اور اگر قبول نہیں ہوا تو اس پر گریہ وزاری لازم ہے نہ کہ ہنسنا،

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ جا رہے تھے، ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کو آگ کی سولی پر چڑھا رہے وہ سب چلا رہے ہیں، تو جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کے استفسار پر جواب دیا کہ یہ حال ان کا اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ سرراہ یا سربازار بیٹھکر لوگوں پر ہنستے تھے، لباس اور شکل وصورت پر طعن وتشنیع کرتے تھے اور لوگوں کو ہنسانے کے واسطے خراب نام لیکر پکارتے تھے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دے اس پر خدا کی لعنت ہو، اصحابہ نے عرض کیا ایسا کون کریگا، آپ نے فرمایا کہ جو کوئی دوسرے کے ؟

بقیہ مشعل راہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا، قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایک ایسا تاج پہنایا جائیگا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، جبکہ وہ روشنی دنیا کے گھروں میں ہو اور سورج آسمان سے ہمارے پاس ہی اتر آئے، پھر تمہارا کیا گمان ہے خود اس آدمی کے بارے میں جس نے خود یہ عمل کیا ہو (مسند احمد، ابی داؤد)

حضرت عمر بن الخطاب رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ تعالی اس کتاب پاک قرآن مجید کے ذریعے بہتوں کو عظمت عطا کریگا اور بہتوں کو نیچے گرائے گا، (مسلم شریف)

بقیہ انمول موتی ...

حق (سچائی) آیا اور باطل (جھوٹ) مٹ گیا بلاشبہ باطل مٹ جانے والا ہے، یعنی ابدی کامیابی کا راز سچائی میں مضمر ہے، جب کہ جھوٹ اور دروغ گوئی وقتی کامیابی سے ہمکنار تو کر دیتے ہیں، لیکن بالآخر انسانیت کی معراج سے گرا دیتے ہیں اور انسان کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے (القرآن)

فرمان نبوی ہے: انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، نیت اچھی ہو تو نیک اعمال سرانجام دیئے جاتے ہیں اور نفس کو سکون میسر آتا ہے اس کے برخلاف اگر نیت بری ہے تو انسان گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور قلبی سکون سے محروم رہتا ہے،،

ہادی برحق نے فرمایا طلب العلم فریضۃ علی مسلم و مسلمۃ، یعنی علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے لیکن علم بلا عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا، آپ نے فرمایا علم عمل کو پکارتا ہے، جب نہیں آتا تو خود بھی چلا جاتا ہے، یعنی اس کی برکت چلی جاتی ہے اور صرف ظاہری صورت رہ جاتی ہے۔

راس الحکمۃ مخافۃ اللہ ۔

النظافۃ شطر الایمان ۔

عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ دل میں خوف خدا پیدا کیا جائے،،

- قرآنِ کریم معہ ترجمہ حضرت الامام لاہوریؒ و ربط آیات جس کو برصغیر کے ہر مکتبِ فکر کے مستند علماء نے پسند کیا۔
  ہدیہ: قسم اوّل -/۷۰ روپے قسم دوم -/۵۰ روپے

- خطباتِ جمعہ: حضرت لاہوریؒ کے مشہورِ عالم خطباتِ جمعہ جسے نئے انداز سے دو حصّوں میں طبع کرایا جارہا ہے۔
  (زیرِ طبع) حصّہ اوّل - ۱۸ حصہ دوم - ۲۱

- مجالسِ ذکر: حضرت کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ۔ نیا انداز، نئی ترتیب۔
  حصّہ اوّل: -/۱۸ روپے۔ حصّہ دوم -/۲۱ روپے (زیرِ طبع)

- اسلامی تعلیمات: حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ
  ہدیہ -/۲۴ روپے

- ملفوظات: حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دل آویز گلدستہ ہدیہ ۲۵ روپے
  گلدستہ صد احادیث نبوی، ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ ہدیہ ۱/۵۰ روپے

- خلاصۃ المشکوٰۃ: حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ کا خلاصہ۔ حضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار
  ہدیہ -/۹ (زیرِ طبع)

- اصلی حنفیت: مذہبِ حنفی کی سچی تصویر حضرت لاہوریؒ کے قلم سے ہدیہ ۱/۵۰ روپے

- ہماری آزادی: مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہورِ زمانہ کتاب کا اردو ترجمہ
  خوبصورت کتابت و طباعت اور مضبوط جلد صفحات ۵۵۰ سے زائد۔ قیمت۔ ہدیہ -/۲۵ روپے

- ید بیضاء: حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے شیخ و مربی حضرت دین پوریؒ کی مبسوط سوانح حیات حامی عبیدی کے قلم سے ہدیہ -/۲۵ روپے

حضرة لاهوري قدس سرهٗ کے ۳۵ رسائل کا سیٹ
بھی انشاء اللہ عنقریب تیار ہوجائے گا!

المعلن: ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور
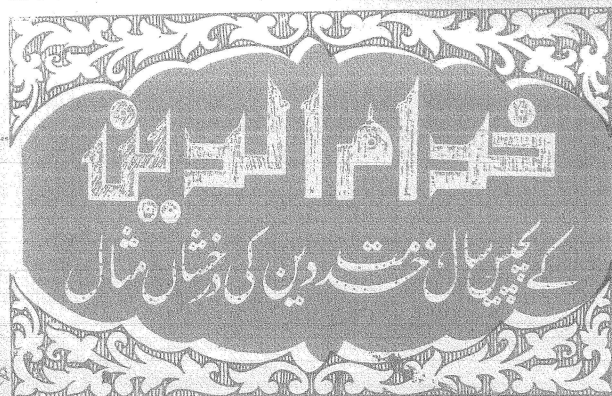
خدام الدین
کے پچیس سال خدمت دین کی درخشاں مثال
مولانا عبیداللہ انور
میاں محمد اجمل قادری
سعید الرحمن علوی
خدام الدین
ہفت روزہ خدام الدین لاہور
دنیا بھر میں دستیاب ہے
ایشیا کا قدیم ترین کثیر الاشاعت دینی معیاری ہفت روزہ
ربع صدی سے روایتی آب و تاب کے ساتھ باقاعدہ شائع ہو رہا ہے "خدام الدین" فکر ولی اللّٰہی کا بے باک ترجمان
جو اعلاءِ کلمۃ الحق کے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دے رہا ہے "خدام الدین" کا ہر شمارہ مواد کے اعتبار سے خاص
شمارہ ہوتا ہے۔ حالاتِ حاضرہ پر پُرمغز اداریے۔ عصری مسائل کے محققانہ تجزیے بے لاگ جائزے
عبادات، معاشیات، اقتصادیات، تاریخ اور دیگر موضوعات پر تحقیقی مقالے شاملِ اشاعت
کئے جاتے ہیں خدام الدین میں درسِ حدیث، خطبہ جمعہ، مجلسِ ذکر ایسے مستقل عنوانات ہوتے
ہیں۔ خواتین اور بچوں کے لیے مختص صفحات، اور قارئین کے لیے "باب المراسلات"۔
ان امتیازی خوبیوں کے علاوہ اعلیٰ کتابت و طباعت ۲۳×۳۳/۸ سائز میں ۳۲ صفحات
قیمت فی پرچہ ایک روپیہ پچاس پیسے صرف
مستقل خریداروں کے لیے خصوصی رعایت
خریداری | شمارے | کل رقم | رعایتی | بچت
سالانہ | ۵۲ | ۷۸ روپے | ۶۰ روپے | ۱۸ روپے
ششماہی | ۲۶ | ۳۹ روپے | ۳۰ روپے | ۹ روپے
مزید رعایت
مدت خریداری میں جو خصوصی نمبر شائع ہوں گے سالانہ خریدار حضرات کو اسی
قیمت میں دیئے جائیں گے کسی خصوصی نمبر کی علیحدہ قیمت وصول نہیں کیجائیگی
بدل اشتراک کی رقم بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام
مینجر خدام الدین لاہور ارسال کریں۔
زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹرڈ ہوائی ڈاک
سعودی عرب، کویت، ایران، عراق، اردن
شام، نیپال، سری لنکا، ترکی، انڈونیشیا، الجزائر، لبنان
۱۶۰ روپے
ابوظہبی، دوبئی، قطر، مسقط، شارجہ، یمن، برما
افغانستان ۱۵۰ روپے
مالدیپ، لکادیپ، بھارت ۱۵۵ روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا ۱۶۵ روپے
انگلستان، ناروے، اٹلی، ڈنمارک، ہالینڈ
لیبیا، کمبوچیا، لاؤس، یونان، تھائی لینڈ، ویت نام،
چین، نائیجریا، ہانگ کانگ، ملائیشیا، جاپان، سویڈن، فرانس
مغربی جرمنی، نیوزی لینڈ، افریقہ اور بنگلہ دیش ۱۷۵ روپے۔
طریق کار: "سالانہ خریدار بننے کے لیے اس ملک کے لیے زرِ سالانہ کی مقررکردہ رقم کسی بھی ایسے بنک کے ذریعہ جس کی شاخ لاہور میں موجود ہو بذریعہ بنک ڈرافٹ "مینجر
ہفت روزہ خدام الدین لاہور" کے نام ارسال فرمائیں۔ چیک خواہ ملکی ہی کیوں نہ ہوں وصول نہیں کیے جائیں گے۔ البتہ پاکستان میں رہائش پذیر کسی عزیز کی وساطت سے رقم ارسال کی جا سکتی ہے۔"
احسان الواحد سرکولیشن مینجر ہفت روزہ "خدام الدین" شیرانوالہ دروازہ لاہور پاکستان